

Editography
Halay

ایک تھی عجوبہ



از پوشہ رحمان

نورس کی دنیا
Novels Ki Duniya

ایک تھی عجوب

از قلم: پلوشہ رحمان

وہ صبح فجر کے بعد قرآن شریف پڑھ کر، پورے خاندان کو دیسی گھی کے پراٹھے اور ساگ کھلا کر صفائی میں جٹ چکی تھی سارے گھر کی جھاڑ پونچھ کر کے شیشے کی طرح چمکایا۔ اب وہ کھیتوں میں ہل چلانے کی تیاری ہی کر رہی تھی کہ اماں کی آواز نے اسے چونکایا اٹھ جا۔ کیا نیستی پھیلا رکھی ہے، دوپہر ہونے کو آئی ہے اور تو ہے کہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔

اڑے اماں۔۔۔ دوپہر ہونے کو آئی ہے۔۔۔ ابھی ہوئی تو نہیں ناں۔ تھورا اوڑ سونے ڈو۔

اماں کو جواب دینے کے بعد اس نے اپنا سلسلہ خواب پھر سے جوڑنا چاہا مگر ناکام رہی اٹھ جا عجوبی اٹھ جا۔۔۔ (نام تو اس کا عجوبہ تھا پر اماں بھی ناں کچھ بھی بول دیتی تھیں) آج تیرے رشتے کے لیے بلوایا ہے کچھ لوگوں کو۔

رشتہ۔۔۔ سوچتے ہی اس نے پوری آنکھیں کھولیں۔

اسکی آنکھوں میں وہ دونوں گنبے لڑکے گھومے تھے جو اس سے قبل رشتے کے طور پر آچکے تھے۔ اسکو سوچ کر ہی جھر جھری آئی تھی۔ کہاں وہ جوئیں دیکھنے کی شوقین لڑکی اور کہاں وہ بالوں سے بالکل نابلد۔ وہ تو شکر ہے ابانے خود ہی انکار کر دیا ورنہ اسے دودن بھوک ہڑتال کرنے کے لیے ایک ہفتہ مشق کرنی پڑتی۔ آنے والے رشتے پہ وہ دو حرف بھیجتی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ٹشتے کو چھوڑو اماں۔۔۔ مجھے تو ساتھ والے گاؤں میں میلہ ڈیکھنے جانا ہے۔

پھیلے ہوئے کاجل اور کھلے بالوں میں وہ ناول کی ہیر وئن کم اور چڑیل زیادہ لگ رہی تھی۔

صحن میں لگے نل سے پانی کے گن کے دو چھینٹے منہ پہ مارے اور صابن کی بٹی کو دور سے دیکھ کر تصور میں ہی منہ دھولیا۔

جلدی سے فارغ ہو کر باورچی خانے کا رخ کیا تو وہاں گندے برتنوں کا ڈھیر منہ چڑا رہا تھا۔

ہر ہر برتن کو دیکھ کر اس نے الگ الگ زاویے سے منہ بنایا پھر اسے یاد آیا کہ بھلا اسکا برتنوں سے کیا لینا دینا کونسا وہ سگھڑ ہیر وئن ہے۔

شکر ہے جلدی یاد آگیا ابھی تو اس نے بس دو چار برتنوں کو گرا کر ہی صفایا کیا تھا۔

کیا توڑ دیا کمبخت ماری؟ جہاں جاتی ہے کام بڑھا دیتی ہے۔ عقب سے اماں کی آواز آئی۔

کچھ چاہیے تھا تو مجھے بتا دیا ہو تا مہارانی نے خود آنے کی زحمت کیوں کی؟ اب کی دفعہ اماں نے میٹھے لہجے میں طنز کیا تھا۔

اماں ناشتہ بناؤ۔ بھوک لگی ہے۔ اس نے بھی اماں کے طنز کو خاطر میں نہ لانے کی قسم کھا رکھی تھی۔۔

ہاں ہاں بنا رہی ہوں۔۔ چل دفعہ ہو یہاں سے۔ پتہ نہیں کون سی اولادیں ہوتی ہیں کہ جو ان ہوتی ہیں تو ماں باپ کو سکھ ملتا ہے بیٹھ کر

کھاتے ہیں یہاں تو زندگی گزر گئی چولہے میں پھنکتے۔۔۔ اماں نے ٹھنڈی آہ بھر کر دل کے پھپھولوں کو ٹھنڈا کیا۔

وہ کان دباتی صحن میں اپنی ناگن جیسی کالی زلفیں کھولے ان میں سے سپاہیوں کو مورچوں سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ٹھکانے لگانے لگی۔۔

اماں کے ناشتہ لاتے ہی اس پر جھپٹی۔۔۔

چل پیچھے ہٹ گندی۔۔ جا ہاتھ دھو کر آپہلے۔۔۔ پتہ نہیں کس گناہ کی سزا ملی ہے مجھے

اڑے اماں چھوڑو۔۔ کیا کڑنا ہے ہاتھ دھو کر۔ ابھی تو ڈھوئے تھے۔۔

ہاں وہ بھی بغیر صابن کے۔۔ اماں جل کر بولی مگر اس نے سنی کب تھی وہ تو ناشتے سے انصاف میں مگن تھی۔

دروازے پہ دستک ہوئی تو اماں نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ دروازہ کھولتے ہی ان کے ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔۔

یہ تو کہاں سے چھمک چھلو بن کر آرہی ہے؟؟ انہوں نے اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا۔

اپنے ہی گھر سے آرہی ہوں خالہ۔۔ اور کہاں سے آنا ہے؟ وہ آج مجھے اور عجوبہ کو میلے میں جانا ہے ناں اس لیے تیار ہو کر آئی ہوں۔ اس نے بتیسی نکال کر وضاحت دی جس میں سے آگے کے دو دانت ٹوٹے ہوئے صاف نظر آرہے تھے۔

صحن سے آتی آواز پہ اس نے جلدی جلدی باقی ماندہ پر اٹھامنہ میں ٹھونسا اور باہر کو لپکی۔۔

اڑے میڑی دوست رقیہ تم آگئیں۔ جلدی سے اسکے گلے لگی جیسے سالوں کی بچھڑی سہیلی سے ملی ہو۔

اچھا بس کر پیچھے ہو۔۔ کبھی نہا بھی لیا کر۔ رقیہ نے ناک پہ ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے ہٹایا۔

سن لے ایسے گندی حالت میں نہیں لے کر جاؤنگی میں۔ رقیہ ناراض ہوئی۔

ایسے تھوری جاؤں گی میں بھی۔۔ تیاڑ شیاڑ ہو کر جاؤں گی۔ اس نے بھی اپنی پیلی بتیسی دکھانا فرض سمجھا۔

اور وہ جو رشتے والے آرہے ہیں تیرے شام کو؟؟ اماں نے ماتھے پہ تیوری سجا کر پوچھا۔

ڑہن ڈواماں ڑہن ڈو۔۔ وہ جو نمونے تم دھوند کڑلاتی ہوناں۔۔ ڑہن دو۔۔ گنبے ٹکے۔۔ اس نے منہ بنایا اور رقیہ نے اپنی ہنسی چھپائی

ہاں تو تجھ میں کونسا سڑخاب کے پر لگے ہیں جو شہزادے آئیں گے یہاں۔۔ ابھی اماں کی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس نے درمیان میں ہی بات کاٹی

تم میں کونسا سڑخاب کے پڑ لگے تھے اماں۔۔ پڑ تمہیں تو مل گئے ناں ابا۔۔ شہزادے نہ صحیح بالوں والے تو تھے ہی ناں وہ الگ بات کہ تم نے ڑہنے نہیں ڈیے ابا کے سڑپہ بال۔۔ مجھے بھی مل ہی جائے گا کوئی بالوں والا۔ اس نے منہ بسورا۔

اماں کانوں کو ہاتھ لگاتی باہر بھاگی۔۔

چل رقیہ اب بتا کیا پہن کڑ جانا ہے پھر میں نے ڈوپٹے پہ پیکو بھی کڑنی ہے۔ اس نے جلدی جلدی اپنے سارے نئے جوڑے بستر پہ پھیلانے۔

سن میرے دوپٹے پہ بھی پیکو کر دے۔۔ چاچا بشیر تو پیسے ہی بہت لیتا ہے اوپر سے تیرے جیسی اچھی پیکو بھی نہیں کرتا۔ رقیہ نے خوشامدی لہجے میں کہا۔

عجوبہ نے اس کے ہاتھ سے دوپٹہ لیا ہم رنگ کا دھاگہ ڈھونڈ کر دانتوں میں پھنسا یا اور لوجی پانچ منٹ میں ہو گئی پیکو۔

پیکو سے فارغ ہو کر عجوبہ نے اپنا نیا ہرے رنگ کا گھاگرہ پہنا جس میں وہ بالکل بندریا جیسی لگ رہی تھی۔ پھر اپنا منہ آٹے میں مار کر ہلکی سی بیس لگائی اور اماں کی سرخ لپسٹک چرا کر لگائی اب لگ رہی تھی ناں پوری بندریا۔ بالوں میں پراندہ باندھ کر شیشہ دیکھا تو آدھا دوپٹہ تو شرماتے شرماتے ہی کھا گئی۔۔ کوئی بات نہیں اب بھوک نہیں لگے گی خود ہی خود کو تسلی دی اور بستر پہ خراٹے لیتی رقیہ کو جگایا جو اسکے تیار ہونے کا انتظار کرتے کرتے سوچکی تھی۔

رقیہ کو لے کر اماں کو اطلاع دیتی وہ جلدی سے باہر بھاگی کہ کہیں اماں روک کر کوئی کام ہی نہ کہ دیں۔

راستے میں کھیلتے بچوں کو دو دو لگا کر اس نے ان سے ٹافیاں کھینچی اور دوپٹے کے پلو میں باندھ لیں۔ جھولے میں بیٹھ کڑ کھائیں گے رقیہ برا مزہ آئے گا۔ رقیہ کے ہاتھ پہ تالی مار کر منصوبہ بندی کی۔

چلتے چلتے رقیہ کو کرنٹ لگا گویا سانپ دیکھ لیا ہو۔

تو پیسے تو ساتھ لے کر آئی ہے ناں عجوبہ یا پچھلی بار کی طرح ذلیل کرائے گی؟ رقیہ کو کوئی پرانی بات یاد آئی۔

ہاں پیسے تولائی ہوں۔ پڑ کوئی نہیں اب تو ہمیں بچوں سے پیسے چھیننے آتے ہیں ضرورت ہوگی تو کڑ لیں گے انتظام۔۔ اس کے بعد دونوں بے فکر ہو کر میلے کی طرف چل دیں۔

وہ آنکھیں بند کیے زور و شور سے چپینخنے میں مصروف تھی۔۔۔ ہائے اللہ بس آج بچالے۔۔۔ ہائے میں مڑ گئی۔۔۔ اللہ جی آج بچا لیں ساڑی زندگی نیک کام کڑوں کی اللہ ٹافیاں چھین کڑ بھی نہیں بھاگوں گی کسی کی چغلی نہیں کڑوں کی اللہ بچالے۔۔۔ وہ ارد گرد سے بیگانہ اپنی ہی دھن میں مگن تھی کہ رقیہ نے اسکا بازو جھنجھوڑا۔

بس کر جا عجبہ ابھی تو جھولا چلا بھی نہیں ہے اور تو نے دہائیاں دینی شروع کر دی ہیں شرم کر سب ہمیں ہی دیکھ رہے ہیں۔

عجبہ نے آدھی آنکھ کھول کر دیکھا، جھولا تو واقعی بند پڑا تھا آس پاس کے لوگ اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے ایک تو اسکا حلیہ ایسا اور دوسرے حرکتیں۔۔۔

اوہ اچھا۔۔۔ اس نے سکھ کی سانس لی۔۔۔ بھائی تیز جھولا چلانا کہ مزہ ہی آجائے۔۔۔ یہ بول کر عجبہ دل ہی دل میں اللہ سے راز و نیاز میں مصروف ہو گئی۔۔۔ الٹی جی سیٹریس نہیں لینا میٹری بات کو وہ تو جزبات میں بول دیا تھوری بہت ٹافیاں چڑانے میں تو کوئی حرج نہیں، زیادہ نہیں بس ڈو تین چغلیاں رُوز کی۔ ڈو نمازیں بھی۔۔۔ بس ٹھیک ہے۔۔۔ اللہ سے راضی نامہ کر کے وہ دوبارہ جھولے کی طرف متوجہ ہوئی خود کو ہواؤں میں اڑتا پاتا کر وہ دوبارہ چپینخ و پکار شروع کر چکی تھی۔

عجبہ تو جہاں بھی ساتھ جاتی ہے ناں قسم سے ناک کٹا دیتی ہے چل اب گھر چلیں۔ جھولے سے اترنے کے بعد رقیہ نے منہ بنایا۔ اڑے ایسے کیسے گھڑ چلے جائیں ابھی تو گول گپے کھانے ڈہتے ہیں۔۔۔ عجبہ سامنے گول گپوں کی ریڑھی کو لپٹائی نظروں سے دیکھتی متوجہ ہوئی۔

چل ٹھیک ہے پر پیسے تو دے گی۔ رقیہ نے بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے۔

چل چل ڈر فٹے منہ پیسے کون ڈے گا چوڑی کڑ کے کھائیں گے ویسے بھی جو مزہ چوڑی کڑ کے کھانے کا آتا ہے پیسے ڈے کر کھانے کا نہیں آتا۔

رقیہ نے گول گپے والے کو باتوں میں لگایا اور عجبہ نے جلدی سے گول گپوں سے بھری ایک پلیٹ اٹھائی اور بھاگ نکلی رقیہ بھی اس کے پیچھے بھاگی گول گپے والے کو جب تک بات سمجھ آئی تب تک وہ دونوں گدھے کے سر سے سینگ کے مصداق غائب ہو چکیں تھیں۔

ارے یہ کیا پانی تولائی نہیں تو وہ کھٹا والا۔ کافی دور جا کر وہ رقیہ کے ساتھ نیچے گھاس پر بیٹھی۔

ہاں تیرے ابا کی ڈکان سے لائی ہوں ناں پانی نہیں لائی۔ فڑی میں گول گپے مل گئے ہیں یہی بہت ہے تیرے فڑمانشی پڑو گڑام چل رُہے ہیں۔۔

تو نے زیادہ چھولوں والے گول گپے کھائے ہیں۔

تو نے بھی تو میڑے گول گپوں میں سے آلو نکالے تھے۔ دونوں ایک ایک گول گپے پہ لڑتی بھڑتی گھر پہنچی جہاں ابا پہلے ہی پنچائت لگائے بیٹھے تھے دریافت کرنے پہ پتا چلا کہ رشتے والوں نے محلے کے ایک بچے سے گھر کا پتہ پوچھا تھا اس بچے نے پتے کے ساتھ ساتھ عجوبہ کے کرتوت بھی انہیں ذہن نشین کروا دیے اور وہ دروازے سے ہی واپس لوٹ گئے۔

اور چھین بچوں سے ٹافیاں۔۔۔ رقیہ نے عجوبہ کے کان میں سرگوشی کی

شکر ہے جان چھوٹی پہلی باڑ کوئی عقل کا کام کیا ہائے مزے۔۔ عجوبہ نے بتیسی نکالی۔

تمہیں شرم نہیں آتی محلے کے بچوں کو مارتے دھاڑتے۔ ابا کی کرخت آواز گونجی۔

مارا تھوری تھا ابا بس ڈولگائے تھے ٹافی چھیننے کے لیے۔ اپنے جرم کا اعتراف کر کے اس نے زبان دانتوں تلے دبائی۔ ابا اسے گھوری سے نوازتے کمرے میں چلے گئے۔۔ چل بھی چھمک چھلو آٹھ گھر جا اپنے تو بھی۔۔ ہائے عجوبہ بدنام کر کے رکھ دیا ہے تو نے تو پورے محلے میں۔ رقیہ کھسکی تو اماں نے عجوبہ کی خبر لی۔ گھر میں کھانے کو نہیں ملتا کیا تجھے ہیں؟؟ پورے محلے کو پتہ چل گیا ہے

ڑہن ڈوا ماں تم بھی۔۔ ابھی وہ محلے کی خالہ شکیلا آجائیں گی جو یں ڈکھانے وہ تمہاری سہیلی پڑوین۔۔ پیکو کڑوانے آجاتی ہیں پیچھے بڑائیاں کڑتی رُہتی ہیں آنے ڈواب کی باڑ زڑا۔۔ اماں کے لیکچر کا اثر نہ لیتے ہوئے مزے سے بولتی اندر چلی گئی ویسے بھی اسکا رشتہ نہیں ہوا تھا یہی اسکے لیے غنیمت تھا اب اماں ابا جو مرضی کہیں۔۔

دوسرے دن صبح ہی اماں نے اسے یہ کہہ کر جگا دیا کہ شہر سے اسکی کزن آرہی ہے رہنے۔

کیوں اماں انکا اپنا گھڑ چھوٹا پر گیا ہے کیا جو یہاں دیڑھ دانے آرہی ہیں

زیادہ بک بک نہ کیا کر قینچی کی طرح تو تیری زبان چلتی ہے اٹھ جلدی صفائی کر سارے گھر کی۔ تیری باجی ٹیچر ہے شہر میں اتنے بڑے سکول کی اس کے سامنے کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کرنا۔

اماں۔۔۔ میں کیا سوچ رہی ہوں میں بھی پرہ لکھ کڑ ٹیچر بن جاؤں کم سے کم گاؤں والے عزت تو کریں گے ناں میٹری۔ ہڑ آتا جاتا بندہ سلام کڑے گا تمہیں بھی۔ عجبہ سوچ میں ڈوبی بولی۔

رہنے دے عجبہ تو بھی اٹھارہ سال میں آٹھویں تک پڑھا ہے تو نے ہر جماعت میں دو دو سال لگائے ہیں پھر بھی پاس تو میرے بیسن کے حلوے کی وجہ سے ہی ہوئی ہے جو تیرے ہر امتحان کے بعد ماسٹر جی کے گھر پہنچا کر آتی تھی۔ اور خواب دیکھ رہی ہے استانی بننے کے۔۔۔ حروف تہجی میں تو تو رڑ پر آ کے اٹک جاتی ہے بچے پڑھانے چلی ہے۔۔۔

اماں تم بھی ناں فوڑا شیخ چلی کاٹو کڑا گڑا نے پہنچ جایا کڑو۔

مرتی کیا نہ کرتی پہ عمل کرتی وہ منہ بنا کر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

پہلے اس نے سارے گھر کو صاف کر کے شیشے کی طرح چمکایا دو چار چیزوں کا صفایا بھی کیا پر اماں کو کانوں کان خبر نہ لگنے دی۔ پھر کھانے میں راستہ سلا د اور بریانی بنائی باقی سب تو ٹھیک تھا لیکن راستہ اس سے گر کر ضائع ہو گیا پہلے تو اس نے سارا راستہ چاٹ کر فرش صاف کیا پھر بچے ہوئے راستے میں پانی ڈال کر چھچھ سے ملا کر اتنی صفائی سے رکھا کہ اماں کو شک بھی نہ ہوا سارے کاموں سے فارغ ہو کر وہ گاؤں کی سیر کو نکل گئی۔ جہاں سے بھی گزرتی تھی بچے آوازیں لگاتے بھاگتے تھے۔ "کالی مائی دیا سلائی بھاگو بچوں آفت آئی"۔ لیکن اسے کیا وہ تو بے عزتی پر وف تھی کوئی کچھ بھی بولے اس نے تو اپنے دل کی ہی کرنی ہوتی تھی

وہ سب دسترخوان بچھائے چٹائی پہ بیٹھے تھے۔ انکی شہر والی کزن کرن بھی موجود تھی (کرن عجبہ کی خالہ کی بیٹی تھی جو اپنی یونیورسٹی کی چھیٹوں میں گاؤں گھومنے آئی تھی)۔

بریا نی کھاتے ابا کے کانوں سے دھوئیں نکلنے کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی شعلے برسا رہی تھیں۔

اماں کاٹ کھانے والی نظروں سے عجوبہ کے وجود کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔

دراصل عجوبہ نے بریا نی میں رنگ کی جگہ بھی لال مرچیں ہی ڈال دی تھی

دائیں ہاتھ کی پشت سے اپنی بہتی ناک صاف کرتی وہ مٹھیاں بھر بھر کر بریا نی کھانے میں مصروف تھی۔

"اماں کتنی مزے کی بڑیا نی بنائی ہے ناں میں نے"۔ پیلی بتیسی نکال کر اس نے اماں کو مخاطب کیا چاولوں کے دو چار دانے اڑ کر اس کے منہ سے باہر نکلے۔ کرن نے اپنی ابکائی روکی۔

اماں ایک معزرت خواہانہ نگاہ کرن پہ ڈالتی دوسری تیز نظر سے عجوبہ کو گھورتی، دل ہی دل میں کوس رہی تھی۔۔

"یہ راستہ لے لو، اس سے مرچیں کم لگیں گی" اماں نے راستے سے بھرا پیالہ کرن کی طرف بڑھایا۔

عجوبہ جلدی سے پیالے پہ جھپٹی اور منہ لگا کر آدھا راستہ ڈکوس گئی۔

"یہ لو باجی آڈھا تم پی لو"۔۔ بچا ہوا راستہ اس نے کرن کی طرف بڑھایا۔ کرن نے بمشکل اپنے تاثرات چھپا کر انکار کیا۔ اگر کرن سامنے

نہ ہوتی تو اب تک عجوبہ کی اماں کے ہاتھوں شامت آپچی ہوتی، اماں کمال ضبط کا مظاہرہ کرتی فقط گھوریوں پہ اکتفا کرتی رہیں۔

جیسے تیسے کر کے اماں نے کھانا نمٹایا اور عجوبہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں "بعد میں سمجھوں گی" کا اشارہ کرتی چائے بنانے چلی گئی۔

"کل میرے بہت پرانے دوست کے گھر والے آرہے ہیں عجوبہ کے لیے رشتہ لے کر، اسے کہنا کہ کوئی الٹی سیدھی حرکت نہ کرے،

اور ہاں۔۔۔ کچھ یاد آنے پر ابا واپس مڑے۔ "نہ ہی کسی سے کوئی فالتو بات چیت کرے۔ شام کی چائے کی دعوت ہے انکی

"چائے خود بنا لینا"۔

باہر غصہ کرتے اور اندر سے دل کی دل میں مسکراتے ہوئے ابا، اماں سے مخاطب ہوئے جنہوں نے صرف سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔ اب

بھلا وہ عجوبہ کو سمجھا بھی دیتیں تو کون سا اس نے سمجھ جانا تھا۔

چائے کے بعد عجوبہ کرن کو اپنے کمرے میں لے گئی۔

"تمھاڑا نام کیا ہے باجی؟" عجوبہ نے مودبانہ استفسار کیا۔

"میرا نام کرن ہے اور مجھے باجی مت بولو کچھ نہیں تو دو چار سال ہی بڑی ہوں میں" کرن نے منہ بنایا۔ وہ پہلے ہی اسکی حرکتوں سے نالاں تھی۔

ہائے!!! دو چار سال۔۔۔ عجوبہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے، ساتھ ہی اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"ہمارے گاؤں میں تو اتنی بری عورتوں کو خالہ کہتے ہیں۔" "چلو تمہیں میں آپا کہ دیتی ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے کڑن آپا۔" اس نے عقلمندی سے معاملے کا حل نکالا۔

اپنے نام کا کباڑہ ہونے پر کرن نے صبر کا گھونٹ پیا۔ اس نے واقعی یہاں آکر کوئی غلطی کر دی تھی۔

کرن کو سوچوں میں ڈوبادیکھ کر عجوبہ نے پھر سے اسے مخاطب کیا۔

"کڑن آپا! تمھاڑا بستر کہاں بچھاؤں؟ اپنے ڈائیں طرف کہ بائیں طرف۔"

فرش پر کمرے کے بیچ و بیچ عجوبہ کا روئی کا گدا بچھا تھا اس کے ساتھ ہی ایک اور گدا تہ ہوار کھا تھا۔ گھر میں دو ہی چارپائیاں تھیں جو اماں ابا کے قبضے میں تھیں۔

"کہیں بھی بچھا دو۔" کرن نے الجھ کر جواب دیا۔

ڈائیں طرف میڑے خڑاٹوں کی آواز زیادہ آئے گی "عجوبہ نے مراقبے میں جاتے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے پھر بائیں طرف بچھا دو۔" کرن کو اس پہ غصہ آیا

"اوہ۔۔۔ پڑمجھے تو لوٹنے کی عادت ہے میں سوتے ہوئے بائیں طرف لوٹتی ہوں۔" عجوبہ کو پھر اسکی فکر ہوئی۔۔

"تو پھر دائیں طرف ہی بچھا دو ناں۔۔۔ مجھ سے کیوں

پوچھ رہی ہو۔" کرن قدرے جھنجلائی۔

"پڑ میں رات کو سوتے میں چلتی ہوں۔ تم پڑ چرھ گئی تو۔" عجوبہ ابھی بھی تذبذب کا شکار تھی۔

"رہنے دو تم۔ میں کہیں اور سو جاتی ہوں۔" وہ غصے اور جھنجلاہٹ کے ملے جلے تاثرات لیے بولی۔

"بس آج رات رک جاؤں، صبح ہوتے ہی پہلی گاڑی سے واپس جاؤں گی۔" منہ میں بڑبڑاتے وہ اپنا تکیہ اٹھا کر چلتی بنی۔

"اچھا اچھا رک جاؤ کڑن آپا۔ میں آج کنٹاڑول کڑلوں گی خود پہ۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی پائنٹی میں اسکا گدا بچھا دیا۔ رات کو بہت دیر تک عجوبہ اسے پورے گاؤں والوں کے قصے مبالغہ آرائی کے ساتھ سناتی رہی۔ اپنے کارنامے اور گاؤں والوں کی گالیاں اور طعنے بھی اعزاز کی طرح سنائے جیسے باہر سے گولڈ میڈل لے کر آئی ہو۔ شروع شروع میں تو کرن نے منہ بنایا لیکن اسکی باتیں ہی اتنی دلچسپ تھیں کہ وہ جلد ہی عجوبہ کے ساتھ گھل مل گئی۔ وہ جو کل واپس جانے کا مصمم ارادہ کیے بیٹھی تھی، اب اس کا واپس جانے کا ارادہ ملتوی ہو چکا تھا۔

اگلی صبح جمعرات تھی وہ بغیر اماں کے طعنوں تشنوں کے صبح ہی بیدار ہو گئی۔ ہر جمعرات کو چاچا رشید اساتھ والے گاؤں میں بندر کا تماشہ دکھاتا تھا وہ بھی لال پنجابی سوٹ پر نیلا پراندہ باندھے پاؤں میں نائیلون کی پیلی دوپٹی کی چیل پہنے تیار کھڑی تھی، اپنے ساتھ کرن کو بھی اس نے تیار کروا لیا تھا۔ اب بس رقیہ کا انتظار تھا۔ رقیہ بھی گھرے جامنی رنگ کی فراک اور سرخ لپسٹک میں نمودار ہو چکی تھی۔ ان دونوں کے بیچ کھڑی کرن خود کو نمونہ سمجھ رہی تھی جو سادہ سے لیمن سوٹ پر سلیقے سے تیار ہوئی تھی۔

"چلو جلدی کرو خالہ نے کہا ہے کہ شام سے پہلے گھر واپس آنا ہے خالو کے مہمان آرہے ہیں۔" کرن نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"ہاں ہاں آجائیں گے فکر نہ کرو۔"

رقیہ نے اسے تسلی دی۔

راستے میں نہر کے پاس سے گزرتے اسے بچوں کی فوج کھیلتے نظر آئی بچے اسے دیکھتے ہی اپنا مخصوص نعرہ مارنے والے تھے کہ اسکے ساتھ ایک اور لڑکی کو دیکھ کر ٹھٹکے۔

"تجھے کیا لگتا ہے رقیہ تین روپوں کا انتظام ہو جائے گا ان کے پاس سے۔"

"آئے ہائے! تین روپے کیوں؟؟؟ رقیہ نے دل پہ ہاتھ رکھا، جیسے اس نے ڈیرہ دولا کھ کی بات کر دی ہو۔"

کرن نے گھبرا کر ان دونوں کو دیکھا۔

"اڑے آج تم دونوں بھی ساتھ ہو چا چاڑشیدے کو پیسے ڈینے ہی پریں گے میں اکیلی تو چھپ چھپا کڑ بھی کام چلا لیتی ہوں۔ لیکن ایک روپے سے اوپر نہیں ڈوں گی میں بھی ایک بنڈے کا۔"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔۔ چل دیکھتے ہیں یہ بھی سب کنگے ہی ہیں اللہ کرے ایک دو روپے نکل آئیں۔" رقیہ دھونس جھاتے بولی۔

"مجھ سے لے لو۔ میرے پاس ہیں پیسے۔"

کرن نے اپنے پرس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"ہمارے پاس بھی ہیں پیسے پڑ چھیننے میں زیادہ مزا آتا ہے۔" عجوبہ ناک رگڑتی بولی

"چل چل۔۔ دیر ہو رہی ہے رقیہ آگے بڑھی۔۔"

ان کو آگے بڑھتا دیکھ کر بچے کھیل چھوڑ کر بھاگے مگر ایک بچہ انکے ہتھے چڑھ ہی گیا۔

رقیہ نے بچے کے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر پکڑے اور عجوبہ نے اسکی جیبوں کی تلاشی لی۔

جس میں سے دو روپے اور دو بلیں نکلیں۔

"چل بھاگ یہاں سے اب نظر نہ آئیو۔" رقیہ نے اسکے ہاتھ چھوڑ کر دو تھپڑ رسید کیے، بچہ روتا ہوا گھر بھاگ گیا۔

عجوبہ نے ایک ببل کرن کو دی جو اس نے لینے سے انکار کیا مگر اس نے اپنے مٹی بھرے ہاتھوں سے زبردستی اسکے منہ میں ٹھونس

دی۔ کرن کو آبکائی آتے آتے بچی۔۔ ایک ببل اس نے اپنے منہ میں ڈالی، رقیہ اسکا منہ دیکھ کر رہ گئی۔۔

"فلٹر نہ کر، ڈیتی ہوں تجھے بھی۔۔ آڈھی کڑ کے"۔ رقیہ نے اثبات میں گردن ہلائی۔

اس نے دانتوں سے آڈھی کر کے ایک حصہ رقیہ کو دیا جو اس نے خوشی خوشی منہ میں ڈال لیا، یہ بھی کرن کا لحاظ تھا ورنہ وہ عجوبہ سے کہتی کہ دونوں حصے منہ سے نکال کر دکھاؤ جو بڑا ہو گا وہ میں لوں گی۔

"اب ان دو روپیوں کا کیا کرنا ہے؟" رقیہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"کوئی نہیں ایک ایک تم دونوں لے لو۔۔ میں ڈرخت کے پیچھے چھپ کر ڈیکھ لوں گی۔ ویسے بھی چاچا رشید ا مجھے دھونڈ رہا ہے اسکے ہاتھ نہیں آنا میں نے"۔ اس نے اپنی دونوں بھنویں مٹکاتے ہوئے گتھی سلجھائی۔

ممکنہ مسائل پر بات کرتی وہ تینوں برگد کے سوسالہ پیڑ کے پاس پہنچی جس کے نیچے چاچا رشید ابندر کا تماشہ دکھاتا تھا۔

وہاں پہنچ کر رقیہ اور کرن آگے جا کر کھڑی ہو گئی ابھی تماشہ شروع ہونے میں وقت تھا عجوبہ ایک پیڑ کے پیچھے کمال مہارت سے چھپ گئی۔

یہ درخت کے پیچھے چھپنے کا ہنر بھی اس نے انڈین ہیر و سنوں سے سیکھا تھا حالانکہ اسکے وزن میں اور انڈین ہیر و سنوں کے وزن میں زمین آسمان کا فرق ہے مگر یہی تو اصل قابلیت ہے۔۔۔

ابھی وہ ببل کا غبار ا بنانا چاہتی تھی کہ ببل اڑ کر نیچے گری اور مٹی میں مل گئی۔ عجوبہ نے آگے پیچھے دیکھا۔ کوئی اسکی طرف نہیں دیکھ رہا تھا، اس نے ببل اٹھا کر مٹی جھاڑی اور جلدی سے منہ میں ڈال لی۔ ایک چور نگاہ آس پاس ڈالی اور کسی کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر پر سکون ہو گئی۔

شام ڈھلے وہ تینوں اٹھکیلیاں کرتی گھر پہنچی، کرن کو گاؤں بھاگیا تھا، اس نے اپنی طرف سے ان دونوں کے ساتھ تھوڑا بہت گٹھ جوڑ کر ہی لیا تھا۔ ہنسی مذاق کرتی وہ گھر پہنچیں تو مہمان پہلے ہی ناگہانی آفت کی طرح مہمان خانے میں موجود تھے۔ مہمان خانہ کیا تھا چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ایک بوسیدہ سا صوفہ سیٹ تھا، تین چار رنگ برنگی پیڑھیاں اور ایک لکڑی کی کونہ جھڑی میز تھی، جس پہ چائے کی

پیالیاں اور مزید کچھ لوازمات رکھے تھے۔ وہ تینوں آتے ہی کھڑکی میں ٹنگ کر اندر جھانکنے میں مشغول ہو گئیں۔ عجوبہ اور رقیہ کی نظر تو میز پر رکھیں کھانے کی چیزوں پر تھی البتہ کرن اشتیاق سے مہمانوں کو دیکھ رہی تھی۔

صوفے پہ ادھیڑ عمر مرد اور عورت بیٹھے تھے غالباً وہ لڑکے کے ماں باپ تھے۔ لڑکے کے باپ نے دھوتی کے اوپر کرتا، اور بڑا سا صافہ باندھ رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں ڈنڈا لے کر بیٹھے تھے، دوسری طرف حقہ رکھا تھا۔ ماں نے سادے سے شلوار قمیض پر بڑی سی چادر لے رکھی تھی۔ کرن ایسے مہمان پہلی دفعہ ہی دیکھ رہی تھی۔ اس نے دونوں کی توجہ لوازمات سے مہمانوں کی طرف مبذول کروائی۔

"اڑے چھوڑو مہمان تو آتے رُہتے ہیں سمو سے کبھی کبھی آتے ہیں۔"

عجوبہ نے اتنی اونچی آواز میں جواب دیا کہ کھڑکی کے پار بیٹھی اماں نے بخوبی سنا اور جو اب گھوری سے بھی نوازا، جس کو وہ کمال بے نیازی سے نظر انداز کر گئی۔

اندر سے آتی آواز پہ کرن نے کان دھرے، اندر لڑکے کی اماں اپنے بیٹے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی کوشش کر رہی تھیں، لیکن قلابے تھے کہ مل کر ہی نہیں دے رہے تھے، ہوا میں معلق جھول رہے تھے۔

"پورے شینو پورہ اچ سب تو دپڑھیا لکھیا مینڈا شیر پتر"

لڑکے کی اماں جوش و خروش سے بولی۔

"سب سے زیادہ پڑھا لکھا، واہ بھئی واہ"

کرن نے رشک سے آنکھیں گھمائیں

"ایم اے تو کیا ہو گاناں؟؟ تمہیں کیا لگتا ہے باجی۔" رقیہ نے کرن کے رائے مانگی۔

"اب تو ایم ایس ہوتا ہے رقیہ۔۔ ایم اے پرانا ہو گیا۔" کرن نے بھی فلسفیانہ انداز اپنایا۔

اندر بیٹھی عجوبہ کی اماں نے آسمان کی طرف دیکھ کر دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ ابا بھی مرعوب ہوئے۔

ماشاء اللہ ماشاء اللہ۔۔۔"

ویسے کتنا پڑھا لکھا ہے برخوردار؟" ابا نے فرط مسرت سے سوال کیا۔

"پوری پنچ جماعتیں پڑھیا مینڈا پُت نال کمپوٹر کھولن بند کرن داڈپولمہ وی کیا ہویا ہے"

لڑکے کی اماں کے جواب پہ کرن اور رقیہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر تالی مار کر ہنسیں عجوبہ کو البتہ کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لڑکا بھلے پانچ جماعتیں پڑھا ہویا کورا ان پڑھ، اس نے شادی کرنی تھی تو بس ایک ہی شرط پر۔

عجوبہ کے ابا کا دل کیا مہمانوں کو اٹھوا کر باہر پھنکوا دیں لیکن کیا کرتے دوست تھا پرانہ برداشت کر گئے۔

"پورے پنڈ داسب تو شریف منڈا ہے ناک دی سیدھ اچ چلدا اے کدی کسی نوں ماڑی آنکھ نال فی ویکھیا۔"

لڑکے کی اماں نے اپنے چاند جیسے بیٹے کے مزید خصائل بتائے۔

"جی جی بہت خوب۔۔۔ ابا جی کڑا کر کے بولے

"آپا۔۔۔ اندر جا کڑیہ تو پوچھو بال ہیں کہ ٹکلا ہے؟" عجوبہ کو سمو سے ختم ہونے کے علاوہ ایک اور فکر لاحق ہوئی۔

"کرن!۔۔۔ عجوبہ کو لے کر آؤ۔۔۔ اندر سے اماں کی چنگھاڑتی آواز ان تینوں کے کانوں میں پڑی۔

عجوبہ سر جھاڑ منہ پہاڑ ایسے ہی جلدی سے اندر داخل ہوئی۔ کرن بھی اسکے پیچھے لپکی، رقیہ البتہ بن بلائے مہمانوں کی طرح خود ہی عجوبہ کے برابر میں کر سی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

عجوبہ نے تسلی سے پلیٹ اٹھائی سمو سے توڑ کر اوپر راستہ ڈالا اور انگلیاں چاٹ چاٹ کر کھانے لگی ایک دو لقمے اس نے رقیہ کے منہ میں بھی ڈالے۔

اماں کی شعلے بارنگاہوں کو وہ یکسر فراموش کر گئی اماں کی تو عادت ہے یہ پر سمو سے کونسا پھر ملنے تھے۔

لڑکے کی اماں دیدے پھاڑے اس عجیب و غریب مخلوق کو دیکھ رہی تھی جس کے پاؤں کچڑ میں لتھڑے ہوئے تھے، ہاتھ مٹی سے اٹے

ہوئے تھے اور منہ پہ آٹے اور مٹی نے الگ ہی نقش و نگار بنا رکھے تھے۔

یہ ہے ہماری بیٹی عجوبہ۔۔۔ ابا نے فخر سے تعارف کروایا ابا کا خیال تھا کہ اس سے ملنے کے بعد وہ دوبارہ آنے کا سوچیں گے بھی نہیں پر انکی یہ غلط فہمی جلد ہی دور ہو گئی جب لڑکے کی اماں نے اپنے بیٹے کو چھوڑ کر عجوبہ کی شان میں قصیدے پڑھے۔

"ماشاء اللہ اتنی سوہنی کڑی۔

اساں نو تے ایہو جی دھی ای چائی دی آپنے پتر واسطے"

لڑکے کی اماں اٹھ کر اسکا ماتھا چومنے کو آگے بڑھی عجوبہ نے جلدی سے اپنی پلیٹ اٹھا کر کمر کے پیچھے چھپائی۔ کرن نے اپنی امڈتی ہنسی روکی۔

"بھائی صاب ہن تے بس تسی تاریخ دے دیور سم آس تے۔" لڑکے کی اماں کا بس نہیں چل رہا تھا ابھی ہی اسے ساتھ رخصت کروا کر لے جائیں۔

عجوبہ نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کرن سے وہی سوال پوچھنے کو کہا۔

ویسے آپ کے بیٹے کے بال بھی ہیں یا گنجا۔۔۔

خالو کے گلا کھنکھارنے پہ کرن نے بات ادھوری چھوڑی۔

"بال نہیں جوئیں۔۔۔ جوئیں ہیں آپ کے بیٹے کے سر میں؟؟"

رقیہ نے عجوبہ کے مطلب کا سوال کیا کرن نے سٹپٹا کر اسے دیکھا وہ ابھی عجوبہ کی جوؤں سے انسیت کے بارے میں واقف نہیں تھی۔

ناں ناں مینڈے پتر دے سراچ جواں فی جے"

صاف ستھر اپتر اے مینڈا۔" پہلی دفعہ لڑکے کی اماں نے ناک چڑھائی ورنہ اب تک وہ صرف مسکرا ہی رہیں تھیں۔

عجوبہ نے منہ بنا کر سمو سہ چٹ کر کے پلیٹ میز پہ پٹنی۔

"مجھے نہیں کڑنی شادی ابا۔۔ میں تو جوئیں والے سے ہی شادی کڑوں گی۔ میٹری طرف سے چٹھا انکاڑ ہے۔" سب کو ہکا بکا چھوڑ کر وہ غائب ہو گئی۔

لڑکے کے ابا کو بھی عجوبہ کی طرح سارے معاملے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ اپنے ساتھ لایا ہوا استوپانی میں گھول کر پیتے رہے۔۔۔
"میں اگلے ہفتے اپنے شیر پترنوں وی لاساں رسم کرنے آستے۔" وہ اپنی چادر سنبھالتے کھڑی ہو گئیں لڑکے کے ابا بھی اپنی بیوی کی پیروی میں کھڑے ہو گئے۔

مہمانوں کو رخصت کر کے کرن کمرے میں آئی تو عجوبہ بیٹھی زور و شور سے رونے کا شغل فرما رہی تھی۔ کرن کے لاکھ پوچھنے پر بھی اس نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا۔

"کوئی بات نہیں عجوبہ۔ آجائے گا اچھا رشتہ بھی دل چھوٹا نہ کرو"
کرن نے اسے سمجھانے کی غرض سے بولا۔

"کون سا رشتہ بھئی؟؟؟ مجھے تو اماں نے ایک بھی کیک پیس کو ہاتھ نہیں لگانے دیا۔ ساڑا کیک کھا گئے یہ کیسے مہمان تھے؟؟؟ جاتے ہوئے پیسے بھی نہیں ڈے کر گئے۔" عجوبہ دل کی بھڑاس نکال کر دوبارہ رونا شروع ہوئی۔
کرن نے اپنا ماتھا پیٹا۔ وہ سیدھی بات کی توقع کر بھی رہی تھی تو عجوبہ سے۔۔۔

"اچھا کوئی بات نہیں میں تمہیں کیک منگوادوں گی اور۔" کرن نے دوبارہ اپنی سی کوشش کی۔۔
"سچی آیا!!!"

عجوبہ نے جلدی سے اپنی آنکھیں پونچھیں۔

"نہ نہ بہانے نہ کڑنا میٹھے ساتھ ابھی منگوا کر ڈو۔"

عجوبہ نے کرن کو شیشے میں اتارا۔

"اچھا اچھا۔۔۔ صبح جائیں گے نہ رقیہ کے گھر راستے میں سے لے لیں گے"۔ کرن نے اسے ٹالا۔

ابھی اس سے پہلے کہ کرن کلمہ شکر ادا کرتی عجوبہ پھر سے سڑ سڑ کرتی رونا شروع ہو چکی تھی۔

"اب کیا ہوا عجوبہ؟؟؟ کرن نے جھنجلا کر اس سے پوچھا۔

"وہ میٹر انگوٹھا ڈروازے کے ساتھ وج گیا تھا اس کے حصے کا بھی رٹولوں تھوڑا سا"۔

عجوبہ نے معصومیت سے آنکھیں گھما کر کرن سے پوچھا۔

"ہاں بھئی رولو تم"۔ کرن نے جان چھڑائی۔

"اچھا اٹھو گدا بچھو الو میرے ساتھ پھر رو لینا"۔ کرن نے اسکا دھیان بٹایا۔

آستین سے ناک پونچھتی وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

وہ ساری رات سوں سوں کرتی تکیے سے ناک صاف کرتی رہی۔ کرن منہ پہ تکیہ رکھ کر سو گئی

صبح اسکی آنکھ حسب معمول اماں کے کوسنے سن کر کھلی۔

"اڑے اماں کیوں صبح ہی صبح شوڑ مچاڑ کھا ہے ساڑی نیند حرام کر دی"۔۔۔

"اٹھ جابد تمیز اٹھ جاد ن چڑھ گیا ہے"۔ اماں نے اسے باقاعدہ لتاڑا

"ہیں!!!! ڈن نکل آیا۔۔۔ اٹھو کڑن آپا گامے کی ڈکان کھل گئی ہوگی اب کیک منگوا کر ڈو"۔

"ویسے اماں وہ جوڑات مہمان آئے تھے کھانے کو کچھ نہیں لائے؟؟؟ یہ کیسے کنجوس مہمان تھے بھئی میں نے نہیں کڑناڑشتہ کنجوسوں

کے گھر، خالی ہاتھ مٹکاتے آگئے"۔۔۔ عجوبہ نے اماں کو دیکھ کر منہ بسورا۔

"تجھے کھانے کے علاوہ بھی کسی چیز کی پرواہ ہے ماں باپ بھوکے بیٹھے ہیں، ناشتہ ہی بنادے لیکن نہیں اپنا کھانے سے دل بھرے تو ماں باپ کا خیال آئے۔ ایسی بے شرم اولاد ہے منہ بھر کر خود ہی رشتے کی بات کر رہی۔ اور جو رات کو حرکت کی ہے مہمانوں کے سامنے اس کا حساب تو اپنے ابا کو ہی دینا۔"

اماں نے طویل لیکچر دے کر دل کی بھڑاس نکالی۔

"اڑے اڑے اماں۔۔۔ کونسا منہ بھڑا ہے ایک ڈس گلہ ہی ٹھونس دیتے منہ میں تو میں نے بھی راضی ہو جانا تھا۔ ایسے خالی منہ اور خالی پیٹ کون رشتہ کڑتا۔"

عجوبہ کو کہاں شرم آنی تھی۔

اماں اپنا سر پیٹتی باہر نکل گئی جتنی بھی بحث کرتیں عجوبہ کے پاس ہر بات کا جواب موجود ہونا تھا۔

اماں کے جاتے ہی کرن نے کمبل سے منہ باہر نکالا

"خبردار عجوبہ! جو تم روزانہ کی طرح تیار ہوئیں۔ آج میں خود تمہیں تیار کروں گی پیاراسا۔"

"ڑہن ڈو آپا تم خود تو پھیکا سا تیار ہو جاتی ہو مجھے بھی ایسا ہی کڑو گی۔" کرن کی کھلیں بانچھیں سکڑیں۔

جلدی سے اٹھ کر اٹے سیدھے بستر تہ بنا کر لگائے اور دونوں نے ناشتہ کیا ناشتہ کے دوران عجوبہ چکنے ہاتھ کرن کے گدے سے صاف کرتی رہی۔

"ادھر آؤ میں تمہاری چوٹیاں بناؤں۔"

کرن نے زبردستی پکڑ کر اسکے تیل سے چپکتے بالوں کی دو چوٹیاں بنائیں اور اپنی طرح ہلکا سا گلوڑ لگایا جو عجوبہ کو قطعاً پسند نہ آیا۔

"بس ہو گئی تیار اب کوئی چھیڑ خانی نہ کرنا میں آتی ہوں ابھی۔" کرن اسے خبردار کرتی کمرے سے باہر گئی۔

کپڑے تو پہلے ہی اس نے اماں کے جہیز کا بھاری کام دار جوڑا پہن رکھا تھا، کرن کے باہر جاتے ہی اماں کی سرخ لپسٹک لگائی، اور آنکھوں

میں اپنے ازلی کاجل کے ڈورے کھینچے۔

بہت سے بچے تو اسکی آنکھوں میں کاجل کے لمبے ڈورے دیکھ کر اسے کوئی خلائی مخلوق سمجھ کر خود ہی اپنی چیز دے دیتے تھے۔ پھر بھلا وہ اپنی شناخت اور اتنی کارآمد چیز سے کیسے دستبردار ہو سکتی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتی کرن کو گردوں کا ایک آتے آتے بجا البتہ پھیڑوں میں درد کی ایک ٹیس اٹھی۔ یہ عجوبہ کی جگہ کون سی خلائی مخلوق کی بندریا آن ٹپکی تھی کمرے میں۔ اس سے پہلے کہ کرن کی چینیخ نکلتی عجوبہ نے اپنا منہ کھول کر اسکی تسلی کروائی۔ "آپا چلوناں ڈیڑ کڑواڑ ہی ہو میں نے کیک بھی کھانا ہے راستے سے"۔ عجوبہ کو اب کیک کھانے کے بعد بھی نہیں بھولنا تھا۔ بیگ میں سامان رکھتی کرن کی نظر چاکلیٹ پہ پڑی جو وہ سفر میں کھانے کے لیے بیگ میں رکھ کر بھول گئی تھی۔ اس نے دو چاکلیٹیں نکال کر عجوبہ کے سامنے لہرائیں۔

"چھوڑو کیک کو میں تمہیں چاکلیٹ کھلاؤں گی"۔ عجوبہ نے للچائی نظروں سے چاکلیٹ کو دیکھا اور اسکے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ گھر سے چوروں کی طرح دبے پاؤں دونوں باہر نکلیں۔

باہر نکلتے ہی سب سے پہلے عجوبہ نے چاکلیٹ کھولی جو دو دن سے بیگ میں رکھے ہونے کے باعث پگھل چکی تھی۔ لیکن عجوبہ کو اس سے کیا مطلب، اس کے لیے تو چاکلیٹ دینا کی نایاب ترین چیزوں میں سے ایک تھی۔ عجوبہ نے پہلے پنی کو چاٹ کر اسکے ساتھ پورا انصاف کیا اسکے بعد پگھلی ہوئی چاکلیٹ زبان سے چاٹ چاٹ کر کھائی۔ کرن نے اسکی طرف دیکھنے سے مکمل پرہیز کیا۔ سب سے آخر میں اس نے اپنی انگلیاں چاٹیں۔ وہ اپنے ہاتھ منہ کم ہی دھوتی تھی زیادہ تر ایسے ہی چاٹ کر صاف کر لیتی تھی۔ رقیہ کے گھر کے دروازے پہ پہنچنے سے پہلے وہ اپنا ہاتھ منہ سب صاف کر چکی تھی۔

کرن کے دروازہ کھٹکھٹانے پہ رقیہ نے دروازہ کھولا اور کرن سے لپٹ گئی۔

"ہائے باجی! تم آئی ہو میرے گھر؟ سچی مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا، میں تو سمجھی تھی تم ٹالنے کے لیے کہہ رہی ہو کہ کل آ جاؤں گی"۔

رقیہ خوشی سے پھولے نہیں سمار ہی تھی کہ اس کے گھر شہر سے کوئی مہمان آیا ہے۔

"ہاں ہاں آپا تیرے لیے چاکلیٹ بھی لائی ہے۔" کرن کی جگہ عجوبہ نے جواب دیا ساتھ ہی دوسری چاکلیٹ رقیہ کے ہاتھ میں دی۔ جو بھی تھا لیکن وہ اسکی پکی سہیلی تھی اسکے بغیر کچھ نہیں کھاتی تھی۔

"چلو اب دروازے پہ ہی کھڑی رہو گی یا اندر بھی لے کر چلو گی۔" کرن نے گرمی سے بے حال ہوتے پوچھا۔

رقیہ نے ان دونوں کو چارپائی پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا جس پہ کپڑا ڈھکا ہوا تھا۔

کرن ابھی اس پہ بیٹھنے کو ٹکی ہی تھی کہ ٹوٹی ہوئی چارپائی سے نیچے نکل گئی۔

"ارے ناس بیٹی۔۔۔ ٹوٹی چارپائی پہ کیوں بٹھا دیا اندر لے کر آ مہمان خانے میں بٹھا۔" رقیہ کی اماں جلدی سے باورچی خانے سے نکلی، اس کی سرزنش کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے کرن سے معذرت بھی کی۔

"کوئی بات نہیں خالہ اسے پتہ نہیں ہو گا۔" کرن نے انکی خفت مٹائی۔

"نہیں نہیں باجی۔۔۔ مجھے تو پتا تھا پر تمہیں نہیں پتا تھا ہم تو اس پہ آگے ہو کر بیٹھتے ہیں۔" رقیہ نے اسے بیٹھ کر عملاد کھایا۔

اماں کے آنکھیں دکھانے پہ وہ ان دونوں کو مہمان خانے میں لے گئی۔ ان کا مہمان خانہ بھی عجوبہ کے مہمان خانے سے مختلف نہ تھا، اور رقیہ کی گھر میں حیثیت بھی عجوبہ سے مختلف نہ تھی دونوں کاریموٹ اماں کی گھوریاں ہی تھیں۔

"ان مہمانوں کا کیا ہوا جو کل آئے تھے، تو نے تو چنگی بھلی بے عزتی ہی کر دی۔" چاکلیٹ کارپیر چاٹتے ہوئے رقیہ نے عجوبہ سے سنجیدگی سے سوال کیا اب آخر کو تھی تو دونوں سہیلیاں ہی۔

"خالہ نے بتایا ہے کہ ان کی زمینیں آدھے گاؤں تک پھیلی ہوئیں ہیں اور تو اور لڑکے کے ابا کی پرچون کی دکان بھی ہے تمہارا جتنا دل چاہے اتنی چیزیں کھانا وہ بھی مفت میں۔" کرن نے اسکو اسکے طریقے سے ہی راضی کرنا چاہا۔

"کوئی نہیں۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔ جو مزاجیز چھین کڑ کھانے کا آتا ہے وہ دکان سے لے کر کھانے میں تھوری آئے گا اور پھر چیزیں مفت میں مل جائیں گی تو میں بچوں سے پیسے چھین کڑ کیا کیا کروں گی؟؟"

عجوبہ نے کورا انکار کیا اسے کسی طرح بھی یہ رشتہ قبول نہیں تھا۔

"انکی بڑی بڑی گاڑیاں ہیں کل بھی وہ اتنی بڑی گاڑی میں آئے تھے۔ تم بھی بڑی بڑی گاڑیوں میں سیر کرنا بلکہ مجھ سے ملنے شہر بھی آنا۔"

"چل بے چل۔۔۔ مجھے تو گاریوں پہ پھتر ماڑنے پسند ہیں۔ میں تو ٹیڑوں سے ہوا بھی نکال لیتی ہوں۔ اتنی ساڑی گاریوں کا میں نے کیا کڑنا ہے؟؟؟"

عجوبہ نے فخر یہ اپنے کارنامے بتائے جس پہ کرن کی آنکھیں پھٹی۔ یعنی وہ صرف گھر میں ہی نہیں گھر کے باہر بھی تباہی مچاتی پھرتی تھی۔
"کیا چیز ہے یہ عجوبہ؟؟؟ کرن نے دل میں سوچا پھر اپنے پرس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"اچھا بس لڑکے کی تصویر دیکھ لو نہ پسند آیا تو میں منع کر دوں گی خالہ کو۔" کرن نے آخری کوشش کرتے ہوئے اپنے پرس سے لڑکے کی تصویر نکالی جو اسے آتے ہوئے خالہ نے دی تھی عجوبہ کو دکھانے کے لیے۔

عجوبہ نے اس کے ہاتھ سے تصویر جھٹی، جس میں ایک عام شکل و صورت کا لڑکا بند کمپیوٹر کے کی بورڈ کے اوپر ہاتھ رکھ کر بیٹھا تھا۔

"یہ کیا کانٹوں والے چوہے کی طرح بال کھڑے ہوئے ہیں اسکے؟ اتنے چھوٹے چھوٹے بال ہیں۔" عجوبہ نے اپنی مطلوبہ چیز پر تبصرہ کرتے ہوئے منہ بسورا۔

"ہائے!!! گنجہ ہونے سے تو لاکھ درجے اچھا ہے عجوبہ،

بال تو ہیں ناں بڑے بھی ہو جائیں گے۔" رقیہ نے ہمدردانہ مشورہ دیا اسکی بات عجوبہ کے نہ صرف دل کو بلکہ دماغ کو بھی لگی۔

"لیکن اس نے تو کمپیوٹر بند کرنے اور کھولنے کا ڈپلومہ کیا ہوا ہے پھر بند کمپیوٹر پہ ہاتھ کیوں رکھا ہوا؟؟؟ کرن کے دماغ نے حاضری دی۔

"ہو سکتا ہے ڈپلومہ بعد میں کیا ہو، ہمیں کیا؟ چلانا آتا ہے یا نہیں، کمپیوٹر ہے انکے گھر تو بجلی بھی ہوگی۔ ہائے! کیا نصیب چمکے ہیں عجوبہ تیرے بھی؟"

عجوبہ نے شرمٰن نے ہی شرمٰن میں اماں کے دوپٹے کی پوری بیل کھالی۔ اب گھر پہنچنے پہ اماں سے شامت آنی تھی۔

رقیہ کے ابا نے شہر سے آئی مہمان کے لیے خاص "کھوئے والی قلفی" لا کر دی۔ کرن کے طفیل ان دونوں کو بھی پہلی دفعہ اتنی لذیذ شے کھانے کو ملی تھی۔

شکر ہے یہاں بھی کوئی ڈھنگ کی چیز ملی۔"

ابھی کرن نے دل بھر کر شکر بھی ادا نہیں کیا تھا کہ عجوبہ نے زبردست چھینک ماری، ابرز حمت کے کچھ چھینٹے کرن کی قلفی پہ بھی پڑے۔ کرن نے منہ بنا کر قلفی وہیں چھوڑ دی۔ عجوبہ اور رقیہ کو اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کرن نے قلفی کیوں نہیں کھائی۔ باتوں میں مگن اپنی قلفی کھانے کے بعد عجوبہ کرن کی قلفی بھی چٹ کر گئی۔

"میرا خیال ہے کہ لڑکے والوں کے رسم کے لیے آنے سے پہلے ہم ایک نظر لڑکے کو دیکھ آئیں۔"

یہ سوچ کر ابا اور اماں تیار ہو کر شیخوپورہ کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ عجوبہ کھٹاک سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔ کرن نے بھی اسکی پیروی کی۔ اندر آتے ہی اس نے ایک مشکوک نظر اماں ابا پہ ڈالی۔

"کدھڑ چلے ہو تیار شیڈ ہو کڑ؟" اس نے بھنویں اچکاتے سوال کیا۔

"تمہارے سسرال۔۔۔ ابا نے ایک لفظی جواب دیا۔

پہلے عجوبہ نے دوپٹے کا کونہ منہ میں دبایا پھر اندر سے امڈتی شرم کو بالائے طاق رکھنے کا ارادہ کیا۔

"کونسا سسرال؟؟ سری باسی مٹھیائی تک نہیں لے کر آئے۔ میں نہیں کڑنا کوئی رشتہ ابا۔ براہی کوئی کنجوس دوست ہے تمہارا۔ لاکھوں کی جائیدادیں ہیں ایک ٹوکڑا تک نہیں لائے، الٹا ساڑا ایک چٹ کر گئے۔ بس میں نہیں کڑنی شادی۔" عجوبہ احتجاجاً زمین پہ بیٹھی، صبح کا بھولا ہوا ایک اسے پھر یاد آگیا تھا یہ تو اب وہ قیامت تک نہیں بھولنے والی تھی، جب جب لڑکے والوں کا ذکر ہونا تھا تب تب عجوبہ کے

زخم ہرے ہونے تھے۔

ابانے منہ کھول کر حیرت سے عجوبہ کو دیکھا پھر قہقہہ لگا کر ہنس دیے البتہ اماں نے کہاں آسانی سے جان بخشی تھی۔

"دفعہ ہو جا بے شرم۔ جا کر دیکھ باورچی خانے میں پڑا ہے ڈبہ مٹھائی کا ٹھونس لے۔ کبھی زحمت کی ہو باورچی خانے میں قدم رنجا فرمانے کی تو نظر آئے ناں۔۔۔ چل بھاگ اب یہاں سے اس سے پہلے کہ میری جوتی اٹھ جائے۔"

اماں کے خطرناک ارادوں کو بھانپتے ہوئے وہ جلدی سے باورچی خانے کی طرف بھاگی۔ ساتھ ہی اس نے کرن کو بھی آنکھ سے چلنے کا اشارہ کیا۔

"کو اڑ بند کر لے۔ جارہے ہیں ہم۔" اماں کی چنگھاڑتی آواز پہ وہ حوش کی دنیا میں واپس آئی ورنہ رس گلوں سے بھرا ڈبہ دیکھ کر وہ حوش کھو چکی تھی۔ اس نے اتنے سارے رس گلے اس سے پہلے صرف حلوائی کی دکان پر ہی اکٹھے دیکھے تھے۔

اماں کے گھر سے نکلتے ہی اس نے تسلی سے رس گلوں پہ ہاتھ صاف کیا۔ دو چار زبردستی کرن کے منہ میں بھی ٹھونسے۔ رس گلوں کا شیرا اس کے ہاتھ کی کہنیوں تک بہ رہا تھا جسے وہ بار بار چاٹ کر صاف کر رہی تھی۔ چارچھے رس گلے اس نے تھیلی میں باندھ کر اپنے پرس میں رقیہ کے لیے سنبھال کر رکھے باقی ڈبہ اٹھا کر کمرے میں آگئی۔

کرن کے لیے سارا ماحول ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا سو وہ دوسرے کمرے میں ہی سونے کے لیے لیٹ گئی۔ جب سے وہ آئی تھی ایک دن بھی چین سے نہیں سو سکی تھی۔ عجوبہ کے خراٹے ساری رات اسکی نیند میں مغل رہتے مگر ابھی اسکا واپس جانے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا۔

عجوبہ بھی پورے ڈبے کا صفایا کر کے حتیٰ کہ ڈبہ تک چاٹ کر سکون کی نیند سو چکی تھی۔

مغرب کے بعد اماں ابا لڑکے سے مل کر نہایت خوش لوٹے۔ یقیناً انہیں لڑکا پہلی ملاقات میں ہی بھا گیا تھا۔

"لڑکا بہت اچھا ہے ماشاء اللہ بس پڑھا لکھا کم ہے مگر شریف ہے۔ شکل و صورت بھی واجبی ہے، قد بھی زیادہ لمبا نہیں ہے پر اس نے کونسا پتکھے صاف کرنے ہیں۔ گھر زمین جائیداد سب اپنی ہے لوگ بھی اچھے ہیں۔"

ابا کرن کو لڑکے کے بارے میں بتا رہے تھے ساتھ اپنی رضامندی بھی دے رہے تھے کہ اماں نے بیچ میں ٹھوکا دیا

"ہاں بھئی اچھا ہی ہے لڑکا۔ ورنہ اس عجوبہ کو کس نے پسند کرنا تھا احسان ہی ہے ان کا جو اپنے لاکھوں میں ایک بیٹے کے لیے بیاہنے کو تیار ہیں۔"

کرن کو سمجھ نہ آئی کہ خالہ نے طنز کیا ہے یا تعریف کی ہے، خیر سر ہلا کر رہ گئی۔

"پھر کب آرہے ہیں وہ لوگ رسم کرنے؟؟؟"

کرن نے اشتیاق سے پوچھا وہ چاہتی تھی کہ عجوبہ کی رسم میں شریک ہو کر ہی واپس جائے۔

"وہ تو بڑی جلدی مچا رہی تھی بہن جی، سپر میں نے بھی کہہ دیا پہلے لڑکے کو ملو ادو عجوبہ سے بعد میں انکار کر دیا تو۔۔۔ اب ایک دو دن میں آئیں گے وہ لوگ اپنے لڑکے کو لے کر۔ بس تم عجوبہ کو دیکھ لینا کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کر دے کہ مہمانوں کے سامنے سبکی ہو۔ وہ تو شکر ہے انہوں نے اسکی کل والی حرکت کا برا نہیں مانا ورنہ نیا مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔" ابا عجوبہ کو تو سمجھا نہیں سکتے تھے سو کرن کو ہی سمجھا دیا۔

عجوبہ آنکھیں ملتی کمرے سے صحن میں آئی۔

"کوئی رسم؟؟؟ میں تو ڈھوم ڈھام سے پورے پند کے سامنے رسم کڑوں گی سب کہتے تھے لڑکا نہیں ملنا اب آنکھیں کھول کھول کڑ ڈکھاؤں گی سب کو۔"

عجوبہ نے لڑکا انداز اپنایا ابھی اور اسکے کون کون سے گر، کرن پہ کھلنے رہ گئے تھے۔

اپنی بات کہ کر وہ یہ جاوہ جاہو چکی تھی۔ کرن پلیٹ میں چاول نکال کر اسکے پیچھے گئی۔ وہ تینوں اسکے اٹھنے سے پہلے ہی کھانا کھا چکے تھے۔
"یہ لو عجوبہ کھانا کھا لو۔"

عجوبہ نے اسکے ہاتھ سے پلیٹ چھینی اور تو چل میں آیا کہ مصداق شروع ہو گئی ایک نوالہ منہ میں، ایک ہاتھ میں۔

"آرام سے کھاؤ۔ کوئی نہیں لے رہا تم سے۔"

کرن نے آخر کار بول ہی دیا۔

عجوبہ کھسیانی ہوئی۔

"آپا ایک کام کڑو۔" عجوبہ کا لہجہ خوشامدی تھا یہ لہجہ وہ تب ہی اپناتی تھی، جب اسے کوئی کام نکلوانا ہوتا تھا۔

"ہاں بولو کیا کام؟؟؟" کرن نے دلچسپی سے ساری توجہ اس پہ مرکوز کی کہ ناجانے اب وہ کونسا نیا شگوفہ چھوڑنے والی تھی۔

"اماں سے کہو۔۔ میٹر ادیاہ ایسا کڑیں کہ لوگ کھڑکھڑ کے دیکھیں۔"

عجوبہ نے رازداری سے اس سے کہا، ابھی وہ اسکی بات سمجھ کر جواب دینے ہی والی تھی۔

"ہاں ہاں! اچھا ہے خالی شامیانہ لگوادیں گے، کرسیوں کا خرچ بچے گا۔ اس کے علاوہ اور تو تیرا ایسا کوئی کارنامہ ہے نہیں کہ لوگ تجھے کھڑکھڑ کے دیکھیں۔"

کمرے میں داخل ہوتی اماں نے اسکی فرمائش سن کر اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"ڑہن ڈو اماں تم بھی۔ خوش نہ ہونے دینا کبھی۔" عجوبہ نے منہ بسور کر چاولوں کی پلیٹ زبان سے چاٹ کر صاف کی۔

"ایسی رُکھ ڈو آپا ڈھونی نہیں پرے گی۔" اس نے پلیٹ کرن کو پکڑاتے ہوئے آنکھ ماری۔ کرن اسے گھوری سے نوازتی باورچی خانے میں چلی گئی۔

صحن سے ابا کی چہکتی آواز آئی۔

"غفور (لڑکے کے ابا) کا فون آیا ہے کہ رہا ہے کہ کل ہی آرہے ہیں وہ لوگ اپنے لڑکے کو لے کر۔"

"یہ کیوں ہتھیلی پہ سرسوں جمانے پہ تلے ہیں۔"

اماں منہ ہی منہ بڑبڑائی۔

کرن نے کھڑکی سے عجوبہ کو جھانکا اور عجوبہ ایک اور ڈوپٹہ اپنے پیلے دانتوں سے کتر چکی تھی لیکن اب کی بار ڈوپٹہ کرن کا تھا۔

آج جمعرات نہ ہونے کے باوجود وہ صبح اماں کے اٹھانے سے پہلے ہی اٹھ گئی تھی۔ ایسا شادر و نادر ہی ہوتا تھا، بلکہ پہلی دفعہ ہی ہوا تھا۔ اس نے ایک آنکھ کمبل سے باہر نکال کر کرن کو دیکھا جو پرسکون نیند سو رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر کرن کے منہ سے کمبل ہٹایا اور اسے زور زور سے ہلانے لگی۔

"اٹھ جاؤ آپا۔ بہت ساڑے کام کرنے ہیں آج۔"

کرن نے ہڑبڑا کر اسے دیکھا کہیں وہ نیند میں تو نہیں چل رہی تھی، لیکن وہ تو اپنے پورے حوش و حواس اسکے سرہانے بیٹھی تھی۔ کرن نے آدھی آنکھیں کھول کر پہلے اسے گھورا۔ کاموں کی فکر اور وہ بھی عجوبہ کو یا تو وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی، یا پھر آج سورج مغرب سے نکل آیا تھا۔ اس نے چندھیائی آنکھوں سے گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر کھا جانے والی نظروں سے عجوبہ کو۔۔۔

"کیا کرنا ہے تمہیں رات کے اس پہر اٹھ کر؟" کرن عجوبہ پہ گرجی۔

"وہ آپا ساڑے گھر کی صفائی کڑ کے چکانا ہے، کھانا بنانا ہے پھر خود بھی تو تیار شیار ہونا ہے کہ نہیں؟؟"

ابھی سے اٹھیں گے تو ساڑے کام ختم ہوں گے ناں۔"

عجوبہ نے اپنی طرف سے عقلمندی کی بات کی۔

"تم رات کے ساڑھے بارہ بجے سے صفائی شروع کرو گی؟" کرن کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"ہیں؟؟؟ رات۔۔ ابھی رات ہو رہی ہے؟؟ میں سمجھی صبح ہو گئی۔" یہ کہ کر عجوبہ لمحے سے پہلے اپنے بستر کے اندر گھس کر خراٹے لینے لگی اور کرن بیچاری اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

صبح کرن اس سے پہلے جاگی اور خالہ خالو کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ پھر وہ عجوبہ کو جگانے کی غرض سے اسکے کمرے میں داخل ہوئی جہاں وہ پہلے ہی نیلے رنگ کی دھنک والی چنری اوڑھ کر شیشے میں دیکھ کر شرمانے کی مشق کر رہی تھی۔ کرن کو دیکھتے ہی اس نے دوپٹے کے پلو میں اپنا منہ چھپایا۔

کرن نے فوراً سے پہلے اس کے ہاتھ سے دوپٹہ جھپٹا۔

"کل بھی میرے ایک دوپٹے میں اتنا بڑا سوراخ کیا ہے تم نے کہ اب وہ پہننے کے قابل نہیں رہا، خبردار جواب میرے کسی اور ڈوپٹے پہ نیت رکھی۔ یہ تو ویسے بھی مجھے شام میں پہننا ہے۔" کرن نے دوپٹے کو تہ لگاتے اسے خبردار کیا۔

"کیوں آپا۔ رشتے والے کیا تمہیں ڈیکھنے آڑے ہیں جو اتنا سچ سنوڑ کڑ بیٹھو گی۔" عجوبہ نے معصومیت سے سوال کیا۔ اس کے سوال پہ کرن سٹیٹائی۔

"نہیں نہیں مجھے دیکھنے کیوں آئیں گے۔۔ اللہ نہ کرے۔" کرن نے دل پہ ہاتھ رکھ کر جلدی سے جواب دیا۔

"تو پھر مجھے ڈے ڈوناں یہ والے کپرے۔ ایسے ڈوپٹے تو ڈلہنیں پہنتی ہیں ناں۔" عجوبہ نے معصومیت سے اسکی منت سماجت کی۔

"اچھا ٹھیک ہے تم پہن لینا۔ لیکن ایک شرط پہ۔" کرن انگلی اٹھاتے اسکی طرف مڑی۔

"کس شرط پہ؟؟" عجوبہ نے پھر سے اپنی پہلی بتیسی دکھائی۔

"آج جیسے میں کہوں گی ویسے ہی کرو گی تم۔۔ تیار بھی میری مرضی سے ہو گی۔ کوئی الٹی حرکت نہیں کرو گی نہ ہی میرا دوپٹہ کھاؤ گی۔" کرن نے ایک ایک کر کے ساری شرطیں بتائیں۔

عجوبہ خوشی سے اثبات میں سر ہلاتی رہی۔

کرن نے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا۔

سب سے پہلے اسکا صابن سے رگڑ رگڑ کر منہ دھلوا یا۔ کرن نے اسے بخوشی اپنا فیس واش بھی پیش کیا تھا لیکن عجوبہ نے منہ بنا کر صاف

انکار کر دیا اور صابن کو ترجیح دی۔

اسکے بعد کرن نے اسے دانت صاف کرنے کو کہا۔ برش کے نام پر عجوبہ نے اسے ایسے حیرت سے دیکھا جیسے سانپ دیکھ لیا ہو۔

"وہ کیا ہوتا ہے آپا؟" عجوبہ نے حیرت چھپاتے سوال کیا۔

"تم دانت کس سے صاف کرتی ہو؟" کرن نے سوال در سوال کیا۔

"میں تو صبح اٹھ کر انگلی پہ منجن لگا کر ڈانتوں پہ پھیڑ لیتی ہوں، پڑوہ بھی کبھی کبھی"۔ عجوبہ نے فخریہ بتایا۔

اب برش نہ ہونے کی وجہ سے کرن نے اس سے دند اسے سے دانت رگڑوائے۔ اسکی پیلی بتیسی کسی حد تک سفید ہو گئی تھی۔ اس کے بعد ان دونوں نے مل کر پورے گھر کی صفائی کی البتہ کھانا اماں نے خود بنایا تھا۔

شام کے وقت کرن نے اسکی منتیں ترلے کیے تب جا کر کہیں وہ نہانے کو مانی۔ کرن کا نیلا نفیس کام والا جوڑا پہن کر وہ کرن کے آگے بیٹھ گئی۔ کرن نے اسکو ہلکا ہلکا سامیک اپ کیا بالوں کا بھی سادہ سا ہیرا اسٹائل بنادیا، اسکا پسندیدہ کاجل بھی اسکی ضد پر اسے لگا دیا مگر نفاست سے آنکھ کے اندر۔ اسکا حلیہ قدرے قابل قبول لگ رہا تھا ورنہ جو کھلے بالوں کے ساتھ گندے حلیے میں وہ پھرتی تھی کسی نے بھی دیکھ کر پہلی نظر میں ہی انکار کر دینا تھا کیا خبر جو لڑکے کی اماں کے دل کو وہ اتنی بھائی کہ آن کی آن میں لڑکے کو لے کر پہنچنے والی تھی۔ کرن نے احتیاط اس کے تیار ہونے کا سامان چھپا دیا تھا کہ کہیں وہ پھر سے پرانی والی عجوبہ نہ بن جائے۔ اسکی طرف سے پوری تسلی کرنے کے بعد کرن خود تیار ہوئی۔

حیرت تھی آج پورے دن میں عجوبہ کو ایک بھی دفعہ اماں سے ڈانٹ نہیں پڑی تھی نہ ہی اس نے کوئی الٹا کام کیا تھا۔

عجوبہ نے دروازے کے سامنے گزرتے بچے کو ٹانی دے کر راضی کیا کہ وہ جا کر رقیہ کو بلا کر لائے۔ رقیہ ابھی اس سارے معاملے سے نا آشنا تھی۔

جاڑ قیہ کو جا کر کہنا اچھا سا تیار ہو کر آئے۔ اس نے ٹانی بچے کی جیب میں ڈالتے ہوئے حکم دیا

بچہ جو اسے نئے روپ میں دیکھ کر پہچان نہیں پایا تھا منہ کھلتے ہی پہچان گیا۔ اس نے حیرت سے عجوبہ کا منہ دیکھا، وہ جو بچوں سے ٹافیاں چھینتی تھی آج پہلی دفعہ اس نے کسی بچے کو ٹانی دی تھی۔ بچہ بھی جلدی سے بھاگ گیا مبادا کہیں واپس ہی نہ مانگ لے۔

رقیہ اپنے بھاری بھر کم گلابی جوڑے میں تیار ہو کر نازل ہوئی۔ کرن نے اسکو دیکھ کر گہری سانس خارج کی اسے کیسے بھول گئی تھی وہ۔ رقیہ کے آتے ہی عجوبہ اسے چھت پر لے گئی۔ اماں دل ہی دل میں مسکراتی کاموں میں مگن تھی۔

اچانک گلی میں شور اٹھا۔ ابا نے ہڑبڑا کر دروازے سے باہر جھانکا تو کچھ بچے ایک کالی جیپ کے پیچھے بھاگتے ہوئے آرہے تھے۔ "مہمان آگئے"!!! آنہوں نے اندر اپنی بیوی کو آواز لگائی اور خود باہر استقبال کو پہنچ گئے۔

اچانک گاڑی کے شیشے پہ پتھر آکر لگا۔ دوسرا پتھر گاڑی سے نکلے نوجوان کے سیدھا سر پہ لگا۔

ابا نے غصے سے اوپر دیکھا انہیں معلوم تھا کہ اس کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ البتہ لڑکے نے لا پرواہی سے نظر انداز کیا۔

عجوبہ دروازے کے سامنے سیڑھیوں پہ پھیل کر بیٹھ گئی اسکے پیچھے رقیہ بھی براجمان ہوئی۔ ابا نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے اندر جانے کو کہا مگر اسکے کان پہ جوں تک نہ رینگے اور وہ جوں کی توں بیٹھی رہی۔ کالے کرتے شلوار پہ ٹرک کے منہ والی سینڈل پہنے، ایک ہاتھ پہ نفاست سے گھڑی باندھے آنکھوں پہ کالا چشمہ لگائے، وہ کہیں سے بھی پانچویں پاس نہیں لگتا تھا۔ رقیہ نے اسے دیکھ کر دانتوں میں انگلی دبائی۔ کرن بھی اش اش کر اٹھی۔ ہائے اتنا سوہنا منڈا تیرے تو مزے ہو گئے عجوبہ۔ رقیہ نے اسکی کمر پہ دھپ لگائی۔

ہائے میں مڑ گئی!!!! رقیہ شاید کچھ زیادہ ہی جذبات میں بہ کر زور کی دھپ لگا گئی تھی کہ عجوبہ زمیں بوس ہوتی لڑکے کے پیروں میں پہنچ گئی تھی۔ لڑکے گھبرا کر دو قدم پیچھے ہوا اور شرما کر اسے دیکھتا صحن میں لگے نل کی طرف بڑھ گیا۔

پہلے اس نے اچھے سے ہاتھ منہ دھویا پھر پیر دھوئے بالوں میں پانی کا ہاتھ مارا اور اسے نظر انداز کرتا اندر چلا گیا۔

"وہ زرا ہمارا پتر کچھ زیادہ ہی صفائی پسند ہے بار بار ہاتھ دھوتا ہے"۔ اماں نے اسکے عمل کی صفائی دی۔

عجوبہ کے اماں ابا نے ایک دوسرے کو دیکھ کر خیر مانگی۔

اسکے اندر جا کر بیٹھنے پر عجوبہ خود ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہائے عجوبہ اس نے تو تجھے اٹھایا بھی نہیں، کہیں اندھا تو نہیں ہے؟؟" رقیہ عجوبہ کے دل میں وسوسے ڈال کر اندر آ کر مہمانوں کے سامنے بیٹھ گئی۔ عجوبہ نے بغیر مہمانوں کی پرواہ کیے اندر پہنچ کر دودھمو کے رقیہ کی پیٹھ پہ جڑے۔ لڑکے کا منہ حیرت سے کھلا۔ کرن نے بروقت پہنچ کر دونوں کے بیچ صلح صفائی کروائی۔

"ہائے!! انڈھا ڈولہا ملا ہے مجھے۔ نصیب پھوٹ گئے میرے۔" عجوبہ نے سب کے سامنے گریہ وزاری شروع کی۔ کرن کو بھی کچھ کچھ شک ہو اور نہ کمرے میں کون دھوپ کا کالا چشمہ لگا کر بیٹھتا ہے۔

لڑکے نے سٹیٹا کر چشمہ آنکھوں سے اتارا۔

"نہیں نہیں اندھا نہیں ہوں میں۔" لڑکے کی اماں نے بھی برا مانا انکے چاند سے شہزادے میں نقص جو نکال رہی تھی وہ۔ سارا ڈرامہ ختم ہوتے دیکھ عجوبہ نے اماں کو آواز لگائی۔

"چلو اماں اب کھانا لگا دو مہمانوں کے چکڑ میں تم نے ہمیں بھی کھانے کو نہیں پوچھا۔" عجوبہ نے کرسی سنبھالتے نئی فرمائش داغی۔

اماں عجوبہ کو آنکھیں دکھاتی کرن سے کھانا لگانے کو کہنے لگی۔

کھانے کا نام سن کر لڑکا ہوا کے جھونکے کی سی تیزی سے اٹھا اور باہر نل کے پاس پہنچ گیا۔ پورے دس منٹ وہ اپنے ہاتھ صابن سے رگڑ رگڑ کر دھو کر آیا اور دسترخوان پہ پہنچا۔

"آڈھی ٹنکی خالی کڑی ہے اس نے تو۔" عجوبہ نے منہ بنا کر کرن سے سرگوشی کی۔ کرن نے گلا کھنکار کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ابھی اس سے پہلے کہ عجوبہ کھانا شروع کرتی، اسے اپنے سر پہ کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اپنے سر پہ ہاتھ رکھا اور کھینچتی ہوئی اپنے جانی دشمن کو باہر گھسیٹ لائی۔ اپنے ناخن پہ رکھ کر ٹک سے اسے مارا اور لڑکے کو دیکھ کر فخریہ گردن اکڑائی۔ لڑکے نے بھی گردن ہلا کر اسے داد دی اور اسکو اٹھتا نہ دیکھ کر اسکی جگہ بھی خود ہی ہاتھ دھونے چلا گیا جب تک وہ واپس آیا

سب کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تھے۔ وہ جب بھی عجوبہ کی طرف دیکھتا عجوبہ اسے اپنی پہلے سے کم پیلی بتیسی کی نمائش کرواتی اور وہ منہ نیچے کر کے شرماتے لگتا۔ کرن کو دیکھ کر کوفت ہو رہی تھی۔

اب بس رقیہ اور لڑکا اکیلے بیٹھے کھا رہے تھے البتہ عجوبہ ہڈیوں پہ لگی بوٹی چھٹا چھٹا کر کھا رہی تھی۔

جب سے وہ لوگ آئے تھے اسکی اماں اکیلی ہی بول رہی تھی لڑکے کے ابا نے منہ میں دہی جمار کھا تھا اور لڑکے کی اماں نے ہتھیلی پہ سرسوں۔

کھانے کے بعد لڑکے کی اماں گویا ہوئیں۔

"بھائی صاحب اب تو لڑکی کو بلا دیں کہاں ہے میری بہو؟ آج نظر نہیں آرہی؟؟ لڑکے کی اماں نے شیریں لہجے میں اسکا ذکر کیا۔

"کونسی لڑکی کو بلانا ہے خالہ۔ اڈھڑ ہی تو بیٹھی ہوں میں۔" عجوبہ کو سخت برا لگا۔ اس نے ہڈی لڑکے کے آگے پھینکتے ہوئے جواب دیا۔

لڑکے کی اماں اور لڑکے دونوں کی آنکھیں حیرت سے کھلیں۔

"یہ لڑکی راتوں رات کیسے بدل گئی؟" لڑکے کی اماں نے سرگوشی کی۔ البتہ لڑکے کو ابھی تک یقین نہ آیا کہ اس کی اماں نے یہ شاہکار

اسکے لیے پسند کیا ہے۔ کرن نے اپنی ہنسی چھپائی۔ رقیہ البتہ بوٹیوں پہ ہاتھ صاف کرتی رہی اسے کسی سے کوئی پرواہ نہ تھی۔

لڑکے کی اماں کو حیرت کا ایسا جھٹکا لگا کہ آنکی زبان ہی گنگ ہو گئی۔

"جاؤ عجوبہ! بچے کو اپنا گھر دکھا دو۔" ابا نے عجوبہ کو مخاطب کیا۔

کیا گھڑ ڈکھاؤں ابا؟ ڈو تو کمرے ہیں تم لوگ منجھیاں ڈال کر صحن میں سوتے ہو۔

ہاں گاؤں گھمادی ہوں۔ عجوبہ نے خود ہی مسئلہ فیثا غورث کا حل نکالا۔ اور ایک اور ہڈی لڑکے کے ہاتھ میں پکڑاتی اسے ساتھ لے کر

باہر نکلی وہ بھی ساتھ چلے گی۔

دروازے سے باہر آتے ہی عجوبہ کی زبان بھی منہ سے باہر آگئی تھی جس کا اندر جانا اب مشکل تھا

"تمھاڑا نام کیا ہے؟"

عجوبہ نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر اس سے سوال کیا۔

"میرا نام شکور ہے۔" لڑکے نے شرماتے ہوئے سکول میں مضمون سنانے کے انداز میں جواب دیا۔

"شکوڑ۔۔۔" عجوبہ نے منہ بنایا۔ "اچھا ٹھیک ہے میں تمہیں شکوڑا کہوں گی۔" عجوبہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"جیسے آپکی مرضی۔" وہ شرم سے سر جھکا گیا۔

درخت کے نیچے پہنچ کر عجوبہ نے اسے کھڑے ہونے کو کہا اور غائب ہو گئی۔

کچھ دیر میں لڑکے کو اپنے سر میں کچھ ریگلتا ہوا محسوس ہوا کوئی کیڑا سمجھ کر اس سے پہلے کہ وہ جھٹکتا اس نے گردن اوپر اٹھائی جہاں عجوبہ اسے شاخ سے لٹکتی اپنے سر کا معائنہ کرتے نظر آئی۔

وہ کرنٹ کھا کر دو انچ دور ہٹا۔

"شکوڑا تمہارے سر میں جوئیں نہیں ہیں؟؟؟" اس نے فکر مندی سے سوال کیا۔

لڑکے نے نہیں میں گردن ہلائی۔

"مجھے نہیں کڑناؤ شتہ۔" عجوبہ دیکھتے ہی دیکھتے سر سڑ کرنے لگی۔ اور اسکے ہاتھ سے ہڈی کے کرچوسنے لگی۔

لڑکے نے گھبرا کر اسے دیکھا۔

"وہ جی یہاں کوئی کنواں نہیں ہے مجھے ہاتھ دھونے ہیں؟" لڑکا ہاتھ دھونے کی فکر میں ہلاکان ہوا۔

"کوئی کنواں نہیں ہے یہاں، کیا باڑ باڑ ہاتھ ڈھوتے ہو؟؟؟" مجھ سے شاڈی کڑنی ہے ناں توڈن میں صرٹ ڈوباڑ ہاتھ ڈھونا۔ میں تو ایک

ہی باڑ ڈھوتی ہوں۔" عجوبہ نے نئی شرط رکھی۔

وہ سٹیٹا کرہاں میں سر ہلا گیا۔ عجوبہ نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر اس سے سوال کیا۔

لڑکے نے اپنے چکنائی میں لتھڑے ہاتھ اسکے سامنے پھیلانے۔

"ہاں تو کیا ہے اسے چاٹ کر صاف کر لو" بولتے ہوئے اس نے کرن کے دوپٹے سے ناک پینچی۔

عجوبہ نے شکور کو عزت سے مہمان خانے میں بٹھایا اور خود کرن کے پاس باورچی خانے میں چلی گئی۔

ابھی اس سے پہلے کہ وہ کھیر میں سے بادام ڈھونڈ کر کھاتی۔ اندر سے اماں کی آواز نے اسے چونکایا اور وہ بادل ناخواستہ کمرے کی جانب بڑھی۔ کرن بھی اسکے پیچھے لپکی۔

"چل میری دھی شاباش سر پہ دوپٹہ اوڑھ کر بیٹھ تجھے انگوٹھی پہنائیں گی تیری ساس"۔ اماں شیریں لہجے میں عجوبہ سے مخاطب ہوئیں۔

عجوبہ نے کرنٹ کھا کر اماں کو دیکھا پہلا دھچکہ اسے اماں کے لہجے سے لگا تھا جو طنز کے علاوہ بمشکل ہی میٹھا ہوتا تھا اور دوسرا اماں کی بات پہ لگا۔

"اماں میں نے نہیں کڑنی کوئی رُسم۔۔ یہ بھی بھلا کوئی منگنی ہوئی ڈوپٹہ اورھ کڑ بیٹھوں اور انگوٹھی پہن لوں پوڑے گاؤں والوں کو بلاؤ ان کے سامنے کڑوں کی رُسم بس"۔۔ عجوبہ نے باقاعدہ احتجاج کیا۔

اماں نے آنکھیں دکھائیں۔

"ہاں بھئی!!! بری زمینیں ہیں تمھاڑی۔ یہاں ایسی آگئے خالی ہاتھ لٹکاتے میں تو پوڑی تیاڑی کڑوں گی، پھر سب کو بلا کر رُسم کڑوں گی"۔۔ عجوبہ نے شکور کو لتاڑا۔

"چل بھئی شکوڑے!!! پیسے ڈکھ اڈھر۔ میں نے شاپنگ کرنی ہے"۔۔ عجوبہ نے ہتھیلی شکور کے سامنے پھیلائی۔

لڑکے کی اماں دانتوں میں انگلی دیے بیٹھی تھی شکور کا ہاتھ جیب کی طرف بڑھتے دیکھ کر فوراً حوش کی دنیا میں واپس آئی۔

"ہاں ہاں میری دھی رانی کیوں نہیں؟؟ جیسی کہو گی ویسی شاپنگ کرائیں گے۔ فکر ہی نہ کرو۔" لڑکے کی اماں نے عجوبہ کو ٹھنڈا کرتے ہامی بھری۔

"شاپنگ ہم شہر سے ہی کریں گے ساری۔" کرن نے مداخلت کرنا ضروری سمجھا۔

"ٹھیک ہے کل صبح گاڑی بھجوا دیں گے۔" لڑکے کے ابا کے بھی کچھ حواس بحال ہوئے انہوں نے ایک منٹ کے لیے اپنا ستو سے بھرا پیالہ میز پر رکھا۔

سب نے انہیں حیرت سے دیکھا۔

کرن نے عجوبہ کو آنکھ ماری۔۔

سارے ضروری معاملات طے کرنے کے بعد عجوبہ کے اماں ابا انہیں دروازے تک چھوڑنے گئے۔ پیچھے سے عجوبہ اور رقیہ نے چائے کی پیالیوں کے ساتھ رکھے بسکٹوں پر تابڑ توڑ حملہ کر دیا۔

شام کو وہ تینوں صحن میں ابا کی چارپائی پہ قبضہ کیے بیٹھی تھیں۔۔

"ہائے تجھے شرم نہ آئی عجوبہ!! گھر جا کر کیا سوچیں گے کہ کیسی بے شرم لڑکی ہے۔" اماں کا بس نہیں چل رہا تھا مہمانوں کے سامنے ہی شروع ہو جاتی۔

"اماں میٹری بات سنو۔ منگنی ہے ناں ایک دفعہ ہوتی ہے میں اپنی مڑضی سے کڑوں گی سب۔" عجوبہ نے اماں کی بات کا برا مانتے ہوئے وضاحت دی۔ اس سے پہلے کہ اماں کچھ بولتی کرن نے درمیان میں لقمہ دیا۔

"خالہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے عجوبہ کتنا مزہ آئے گا ہمیں بھی۔" کرن پہلی دفعہ اسکی طرف ادی کرتے جوش سے بولی۔

اماں نے لعنت بھیجنے کے انداز میں ان تینوں کی طرف سے منہ موڑا۔

"باجی! مجھے بھی شہر لے کڑ جانا اپنے ساتھ میں نے بھی وہاں کے بازار ڈیکھنے ہیں۔" رقیہ لپچائے انداز میں بولی

"ہاں ہاں فکر نہیں کرو لے کر جائیں گے تمہیں بھی۔" کرن نے اسکی تسلی کروائی۔۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے بندریوں کی ٹولی لے جانے کی، تم خود ہی جا کر تھوڑی بہت خریداری کر لینا۔"

اماں نے رخنہ ڈالنا اپنا فرض سمجھا۔

رقیہ اور عجوبہ دونوں نے منہ بنایا۔

"میں لے کڑ جاؤں گی تجھے۔ جو را بھی ڈالاؤں گی تیری پسند کا۔" عجوبہ نے رقیہ کے کان میں سرگوشی کی جس پہ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ گئی۔

اماں کے سامنے سے ہٹتے ہی کرن نے عجوبہ سے شکور کے بارے میں پوچھا۔

عجوبہ کا ڈوپٹہ منہ میں جاتے جاتے راستے میں ہی رہ گیا کیونکہ اس نے اب تک کرن کا ڈوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔

"کیا بتاؤں آپا؟ شکوڑا تو بہت ہی شریف ہے۔ شرماتا بھی بہت ہے۔ پر ناں۔۔۔ باڑ باڑ ہاتھ ڈھوتا ہے۔" آخری بات کہتے عجوبہ نے منہ

بنایا۔ کرن نے اپنی ہنسی دبائی۔

"اس کے سڑ میں جوئیں بھی نہیں ہیں۔" عجوبہ کو ایک اور دکھ یاد آیا۔

"ہیں؟؟ تو نے اسکے سر کی تلاشی لے لی؟؟؟" رقیہ نے حیرت سے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

کرن کی آنکھوں میں بھی الجھن اتری۔

"ہاں ناں۔۔۔ ڈڑخت پہ چرھ کڑڈیکھتا بجا کر نظر آیا۔" عجوبہ نے فخریہ دونوں ہاتھ جھاڑے۔

"چل کوئی نہیں عجوبہ۔۔۔ تیرے ساتھ رہ کر اس بیچارے کا سرویسے بھی صاف نہیں رہنا۔" رقیہ نے اسے تسلی دی۔

"خود بھی صاف نہیں رہنا۔" کرن بڑبڑائی۔

البتہ عجوبہ کافی حد تک مطمئن ہو گئی۔

اگلی صبح دن چڑھے ہی گاڑی انکے دروازے پہ

کھڑی تھی۔ عجوبہ نے دروازے کے نیچے سے جھانکا جہاں سے چمچماتی گاڑی کے ٹائر واضح نظر آرہے تھے۔ عجوبہ ہاتھ میں پن لے کر دروازہ کھول کر گاڑی کی طرف بڑھی۔ اس سے پہلے کہ وہ نیچے بیٹھ کر پچھلے ٹائروں سے ہوا نکالتی، گاڑی کی اگلی سیٹ سے شکور نکل کر باہر آیا اور عجوبہ کی طرف بڑھا۔

"تیار ہیں آپ؟؟؟" اس نے منہ پہ ہاتھ رکھتے شرماتے ہوئے کہا

"کس لیے بھئی؟؟؟" عجوبہ نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر کہا

"شاپنگ کے لیے۔ آئیے بیٹھیے"۔ اس نے تمیز سے اسکے لیے پیچھے کا دروازہ کھولا۔

"ابھی سے کیسے؟؟؟ ابھی تو مجھے ناشتہ کڑنا ہے۔ خالی پیٹ خریداڑی نہیں ہوتی۔ کڑن آپا کو بھی تو بلاؤں اوڑمیڑی دوست رقیہ بھی نہیں آئی ابھی تو"۔ عجوبہ نے اسے اپنے سارے مسئلے گنوائے۔

"آپ کرن آپا کو بلا کر بٹھائیں، رقیہ کو اسکے گھر سے

لے لیں گے ناشتہ بھی راستے میں کر لیجیے گا شہر پہنچنے میں بہت وقت لگے گا پھر شاپنگ کر کے واپس بھی آنا ہے"۔ شکور نے نہایت شائستگی سے جواب دیا۔ عجوبہ نے اسکا اوپر سے نیچے تک جائزہ لیا۔

وہ سفید کرتے شلوار میں ہاتھ پہ گھڑی باندھے تیار کھڑا تھا۔ اسکے ہر انداز سے شگفتگی جھلک رہی تھی۔ وہ کہیں سے بھی کل والا اثر میلا شکور نہیں لگ رہا تھا۔

"بری زبان چل رہی ہے ایک ہی ڈن میں"۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی عجوبہ کرن کو بلانے کے لیے اندر لپکی۔

رقیہ کو انہوں نے راستے میں سے ہی لے لیا تھا۔

گاؤں سے نکلتے کچھ بچوں نے انکی گاڑی پہ پتھر پھینکے۔ جن کو عجوبہ نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر ڈنکے کی چوٹ پر جواب دیا۔ آخر کو اتنی

بڑی گاڑی میں بیٹھی تھی جو مستقبل میں اسی کی ہونے والی تھی۔

راستے میں شکور نے ایک بڑے ریسٹوراں کے باہر گاڑی روکی عجوبہ نے صاف صاف انکار کر دیا اسکا مطالبہ تھا کہ اسے پلنگ پر بیٹھ کر ہی ماستہ کرنا ہے۔ اسکی ضد کے پیش نظر شکور انہیں ایک ڈھابے پہ لے گیا جہاں کرسیوں کے ساتھ چند ایک چارپائیاں بھی موجود تھیں۔ وہاں کا ماحول دیکھ کر عجوبہ کی بانجھیں کھل گئیں۔

جب تک ان کا آرڈر تیار ہو کر آیا عجوبہ نے آس پاس لوگوں کو پلنگ کے نیچے چھپ کر پتھر مارے۔ اور شکور اسکی طرف سے مسکرا کر معذرت کرتا رہا۔

ایک تو اسکا حلیہ اور دوسرے حرکتیں لوگ اسے پاگل سمجھ کر نظر انداز کرتے رہے۔

اپنے پسندیدہ نان پائے کھا کر وہ دوبارہ پھدک کر گاڑی میں بیٹھی اور اپنی کھڑکی والی سیٹ سنبھال لی۔ رقیہ اسکی منتیں کرتی رہی لیکن وہ نہ مانی۔ ان دونوں کی چپقلش سے بچنے کے لیے کرن درمیان میں بیٹھ گئی۔

اگلی دفعہ گاڑی ایک عالیشان عمارت کے باہر رکی۔

"اتر جائیں مال آگیا ہے۔" شکور پیچھے منہ کر کے ان تینوں کو مخاطب کر کے اپنی طرف کا دروازہ کھولنے لگا۔

"ہیں؟؟؟ کیا آگیا ہے؟" عجوبہ نے منہ ٹیڑھا کر کے پوچھا۔

"مال"۔۔۔ اس نے دوبارہ بتایا شاید عجوبہ کے سننے میں غلطی ہو گئی تھی لیکن مسئلہ یہ تھا کہ عجوبہ یہ لفظ ہی پہلی دفعہ سن رہی تھی۔

رقیہ کی نظر جگمگاتی دکانوں پہ پڑی۔۔

"ہائے اوئے عجوبہ!۔۔ بزار (بازار) آگیا ہے۔۔ وہ دیکھ سامنے اتنی بڑی بڑی دکانیں، آج تو مزے ہی ہو گئے سچی"۔۔۔ رقیہ کی توانی

ساری دکانیں اکٹھی دیکھ کر ہی آنکھیں باہر آرہی تھیں۔

عجوبہ نے بھی اسکے ہاتھ کے اشارے کی طرف نظر گھمائی اور پھر واپس پلٹنا ہی بھول گئی۔ کرن کے لیے خیر کوئی نئی بات نہیں تھی

سوائے اسکے کہ شکور انہیں اتنے بڑے شاپنگ مال لے آیا تھا ورنہ وہ اب تک یہی سمجھ رہی تھی کہ کسی ایسی ویسی جگہ سے شاپنگ کروا کر خوار ہو کر واپس جائیں گے۔

"چلیں اب"۔۔ وہ آج کچھ زیادہ ہی مہذب نظر آ رہا تھا۔

وہ تینوں اسکے پیچھے اندر کی جانب بڑھیں۔

عجوبہ نے شیشے کے دروازے کو زور لگا کر اپنی طرف کھینچا۔۔ نہ کھلنے پر اس نے پھر سے کوشش کی اسکے پیچھے ایک لڑکا کھڑا تھا جو کوفت کا شکار ہو رہا تھا اس نے دروازہ اندر کو دھکیلا جو آسانی سے کھل گیا عجوبہ اسکا منہ دیکھتی اندر گھس گئی۔

"تو جہاں جائے گی شرمندہ ہی کروائے گی"۔ رقیہ نے اسکے کان میں سرگوشی کی

"ہاں تو۔۔ تو کھول لیتی۔۔ آئی بڑی"۔ عجوبہ نے البتہ آدھی دکان کو اپنی طرف متوجہ کیا کرن نے ان دونوں کو آنکھیں دکھائیں۔

"بھائی کوئی اچھا سا لہنگا دکھائیں ڈلہنوں والا"۔

عجوبہ نے جلدی سے دکاندار کو متوجہ کیا۔

دکاندار نے اسکی بات سمجھ کر سر ہلایا۔

دو چار خوبصورت سے لہنگے اسکے سامنے پھیلائے۔ کرن نے ایک انگوری رنگ کے لہنگے کو پسند کیا مگر عجوبہ کو وہ قطعاً پسند نہ آیا اسے تو کوئی شوخ رنگ لینا تھا جس میں وہ دور سے ہی الگ نظر آئے۔

اللہ اللہ کر کے ایک آتش رنگ کے لہنگے پہ تینوں کا اتفاق ہوا اور ان سے زیادہ نکاندار نے سکھ کا سانس لیا۔ شکور نے قیمت پوچھ کر جلدی سے ادا کی اور لہنگا لے کر باہر نکل گیا کہ کہیں وہ پھر سے کوئی اور پسند نہ کر لیں، یہ بھی وہ تیسری دفعہ لہنگا پسند کر کے پیک کر رہی تھیں۔

اس کے بعد سیٹڈ لڑڈھونڈ نے کامر حلہ شروع ہوا۔

"میں تو ایرھی والی جوتی ہی لوں گی بس، سکول والے جوتے پہن پہن کر تھک گئی ہوں۔"۔ شکور کی نظر اسکے پیروں پہ پڑی اس نے ابھی بھی سکول شوز ہی پہن رکھے تھے۔

کرن نے اثبات میں گردن ہلائی اور اسے لے کر سینڈلز کی دکان کی طرف بڑھی۔۔ کرن نے پہلے ہی سینڈل پسند کر کے اسے سائز چیک کروایا اور پیک کر والیں۔

"کتنے کی ہیں؟؟؟" شکور کے پوچھنے سے پہلے ہی عجوبہ نے دکاندار کو مخاطب کیا

"میم بس تین ہزار نو سو نواے روپے کی"۔ دکاندار پیشہ ورانہ مسکراہٹ لیے بولا۔

رقیہ نے انگلیوں پر حساب کر کے دل پہ ہاتھ رکھا

شکور نے چار ہزار روپے دکاندار کی طرف بڑھائے۔

اور دکان سے باہر نکلنے لگا کہ عجوبہ نے اسکا بازو پکڑ کر روکا۔

"بقایا پیسے تو لے لو... وہ شکور سے مخاطب ہوئی دکاندار کے ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔

"بقایا نہیں ہے چلیں"۔۔ شکور نے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"کیسے نہیں ہے پوڑا ایک روپیہ بچتا ہے، نکالو ایک روپیہ"۔ پہلی بات شکور سے کہہ کر وہ دکاندار کی طرف مڑی۔

"میم کھلے سکے نہیں رکھتے ہم"۔ دکاندار نے شائستگی کا مظاہرہ کیا۔

"کیوں نہیں رکھتے۔ ایک روپیہ فری میں ڈے ڈس ڈوٹافیاں آجاتی ہیں ایک روپے میں"۔ عجوبہ نے بھی لڑاکا انداز اپنا دکاندار اسکی

اس حرکت پہ سٹپٹایا۔ بہت سے لوگ بھی تماشہ دیکھنے جمع ہوئے۔

"میں دلا دوں گا ٹافیاں۔۔ ابھی دیر ہو رہی ہے چلیں"۔ شکور نے صبر کا دامن تھامے رکھا۔

کرن اور رقیہ کو بھی ایک ایک جوڑا ان کی پسند سے دلوا کر وہ لوگ باہر نکلے۔ کرن نے تو منع کیا البتہ رقیہ نے اپنی پسند کا بھاری کا مدار جوڑا لیا۔

باہر نکلتے ہی عجوبہ کی نظر گول گپوں کی ریڑھی پہ پڑی۔

"شکوڑے!!! کیا تم مجھے گول گپے کھلاؤ گے؟" عجوبہ التجائیہ لہجے میں گویا ہوئی۔

"ٹھیک ہے آپ لوگ گاڑی میں بیٹھیں میں لے کر آتا ہوں۔" شکور نے گہری سانس خارج کی۔

"کیوں گاڑی میں کیوں بیٹھیں؟؟ ہم تو ٹھیلے پہ کھڑے ہو کر کھائیں گے۔ تم پانی نہ لائے تو پھر؟؟ یہ عجوبہ جب بھی چراتی ہے پانی نہیں لاتی آج پانے کے ساتھ کھائیں گے۔" رقیہ نے ایک اور نئی فرمائش داغی۔ شکور نے الجھ کر کرن کو دیکھا اس نے بھی کندھے اچکایے۔۔

"ٹھیک ہے چلیں۔"۔۔ شکور نے آخری مرحلہ بھی پار کیا۔

اچھی خاصی عزت تھی اسکی شہر میں جو ان لڑکیوں نے اپنی حرکتوں سے ٹکے کی بھی نہیں چھوڑی تھی۔۔

آج صبح سے صرف گھر میں ہی نہیں بلکہ پورے گاؤں میں گہما گہمی کی فضا تھی۔ عجوبہ کے ابا نے اسکی فرمائش پہ پورے سات گاؤں کی دعوت کی تھی۔ شکور کا بھی پورا گاؤں آرہا تھا۔ عجوبہ کی سہیلیاں ریڑھے بھر بھر کر دور دراز کے گاؤں سے پہنچنے والی تھی۔ گاؤں میں جس کو بھی خبر ملتی کہ عجوبہ کی منگنی ہے اول تو وہ یقین ہی نہیں کرتے اور بالفرض یقین کر بھی لیتے تو اس لڑکے کی پھوٹی قسمت پہ افسوس ضرور کرتے۔ پورا گاؤں شکورے کو دیکھنے کا مشتاق تھا۔

منگنی کا انتظام گھر کے ساتھ خالی میدان میں شامیانے لگا کر کیا گیا تھا۔ کرن کی فرمائش پر پورے فرش پر قالین بچھایا گیا تھا مگر عجوبہ کی فرمائش پہ کرسیاں ناپید تھیں۔ میدان کی پوری چھت کو برقی ققموں اور رنگ برنگی تیتوں سے سجایا گیا تھا۔ سامنے کی دیوار کے ساتھ سیٹج بنایا گیا تھا، جس کے پیچھے دیوار پہ تازہ گلاب کے پھولوں کی چند لڑیاں جھول رہی تھیں۔ سیٹج کے اوپر دو بڑی بڑی پرانے زمانے کی

کرسیاں رکھی تھیں، سامنے ایک چھوٹی سی میز تھی جس پہ پھولوں کی دو چار پتیاں بکھری تھیں۔ سجاوٹ کرن نے خود کھڑے ہو کر کروائی تھی۔ باقی کی تین دیواروں کے ساتھ بڑی بڑی میزیں نصب تھیں، جس پہ کھانے کا انتظام ہونا تھا فلحال اس پہ پانی کی سٹیل کی بڑی ٹینکی اور چند گلاس رکھے تھے۔

گھر کے اندر بھی عجب شور مچا تھا۔ ہر ایک کو اپنی تیاری کی فکر تھی۔ رقیہ اور کرن ایک جیسے لہنگوں میں ملبوس تھیں جو شکور نے انہیں لے کر دیے تھے۔ رقیہ کا لہنگا جامنی رنگ کا تھا جس پہ گولڈن کام تھا اور کرن کا بلیو کلر پہ سلور کام تھا۔ کرن عجوبہ کو اپنے ہاتھ سے تیار کر رہی تھی جو بار بار نت نئی فرمائش کر رہی تھی۔ کبھی اسے کاجل کے لمبے ڈورے کھینچنے تھے تو کبھی لال لپسٹک لگانی تھی۔ کرن اسکی کسی بات پہ کان نہ دھرتی عجلت میں ماہر بیوٹیشن کی طرح ہاتھ چلا رہی تھی۔ کرن نے منگنی کے حساب سے اسکا لائٹ سامیک اپ کر کے لہنگے کے رنگ کی لپسٹک لگائی جو اسے قطعاً پسند نہ آئی پر بمجبوری بیٹھی رہی۔

"آپا کھانا آگیا ہے؟؟" عجوبہ کی آواز پہ کرن کا اسکے ماتھے پہ ٹیکا سجاتا ہاتھ رکا۔

"نہیں ابھی نہیں آیا۔" رقیہ جو بریانی کی خوشبو پہ ناک لگا کر بیٹھی تھی اس نے اسے اطلاع دی۔

"اچھا جب ڈیگ آجائے تو بتا دینا۔"

کرن نے اسکے بار بار مداخلت کرنے پہ جھنجلا کر سر ہلایا۔

کرن کے باہر جاتے ہی عجوبہ اور رقیہ نے کمرے میں ایک طرف رکھتے ریک میں سے پیپسی کی بوتلیں نکال کر آدھی آدھی پی کر خالی کیں اور ان بوتلوں میں پانی ملا کر کمال ہوشیاری سے واپس رکھ دیں۔

کرن جب واپس آئی تو اس نے ایک طائرانہ نگاہ پورے کمرے پہ ڈالی مگر ہر چیز کو اپنی جگہ پہ دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔

باہر سے آتی پٹاخوں کی آواز پہ کرن اور رقیہ دونوں کھڑکی میں لٹکی۔

جہاں باراتیوں میں سب سے آگے دولہے کے اباسفید کرتے اور دھوتی پہ براؤن صافہ پہنے شان سے چلتے چلے آرہے تھے ایک ہاتھ میں اپنا ستوکا تھیلا پکڑے دوسرے میں مٹی کا پیالہ، بغل میں انہوں نے حقہ اپنے کسی قیمتی متاع کی طرح دبایا ہوا تھا۔ وہ سب سے سر کے اشارے سے سلام لیتے اندر بڑھے، البتہ دولہے کی اماں نے پورے گاؤں کی عورتوں کو جھپیاں ڈالیں۔ ان دونوں کے پیچھے شکور اپنے دوستوں میں گھرا کالے کرتے شلوار پہ گرے واسکٹ پہنے، پاؤں میں ٹرک کے منہ والی چپل (زری) پہنے، ہاتھ پہ گھڑی باندھے، گلے میں پرپل چنری ڈالے، منہ پہ رومال رکھے چلا آرہا تھا۔

شکور کو دیکھ کر آدھے گاؤں کی عورتوں کے دانتوں تلے انگلیاں آگئیں۔۔۔ وہ تو سمجھ رہی تھی کہ عجوبہ کو کوئی رشتہ ہی نہیں ملنا لیکن یہ کیا اتنا سوہنا منڈا۔۔۔۔

عجوبہ کے ابا نے گلے مل کر اسے سٹیج پر بٹھایا اور باراتیوں کی آؤ بھگت میں مصروف ہو گئے۔
تھوڑی ہی دیر میں عجوبہ کو باہر لانے کا شور مچا۔

عجوبہ کرن اور رقیہ کے درمیان میں چلتی آئی۔ اصل جھکا تو گاؤں والوں کو عجوبہ کو دیکھ کر لگا تھا جو حور پری نہ صحیح مگر آج انسان ضرور لگ رہی تھی تمام عورتوں میں چہ مگوئیاں شروع ہو گئیں مگر سب سے بے نیاز عجوبہ بے فکری سے چلتی اسٹیج تک آئی۔
ہال میں کچھ لڑکیاں نیچے قالین پہ ڈھولک کے کر بیٹھی گانے گارہی تھیں کچھ ان کے آگے بھنگڑے اور لڑیاں ڈالنے میں مصروف تھی۔
سٹیج پہ چھڑھتے ہی اس نے شکور کو مخاطب کیا۔

"چل بے شکوڑے اٹھ یہاں سے یہ میری کڑی ہے ساتھ والی پہ بیٹھ۔"
شکور نے منہ بنا کر جگہ خالی کی۔

لڑکے کی اماں عجوبہ پہ صدقے داری جاتی نہیں تھک رہی تھی۔ کتنے ہی نوٹ وہ اس پہ سے وار پھیر چکی تھی۔
لڑکے کی اماں نے انگوٹھی پہنانے کی اجازت مانگی۔

شکور نے شرماتے ہوئے انگوٹھی عجوبہ کی انگلی میں پہنائی لیکن یہ کیا؟؟ انگوٹھی تو آدھی انگلی میں ہی پھنس چکی تھی۔ عجوبہ نے حیرت سے اسکا منہ دیکھا۔

لڑکے کی اماں نے جلدی سے انگوٹھی اتار کر اسکی چھوٹی انگلی میں پہنائی۔
عجوبہ نے منہ بنایا۔

اب عجوبہ کی باری تھی شکور کو انگوٹھی پہنانے کی مگر شکور سے شرم کے مارے ہاتھ ہی آگے نہیں آ رہا تھا۔ عجوبہ کو سین لمبا ہوتے دیکھ کر کوفت ہوئی۔

اس نے جھپٹ کر شکور کا ہاتھ اٹھایا اور زبردستی اس میں انگلی ڈال دی۔
"شرٹ میلانہ ہو تو"۔۔ ساتھ ہی عجوبہ نے سرگوشی کی جو با آسانی سب نے سنی۔

"اباااااااا!!!" عجوبہ نے زور سے اپنے ابا کو آواز لگائی۔۔

ابا نے مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"کھانا کب کھلے گا؟؟" عجوبہ کے چہرے پہ فکر مندی کے تاثرات تھے۔

ابا نے اسے اشارے سے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

اسکا صرف حلیہ ہی بدلاتا تھا حرکتیں نہیں۔

اماں اسکے قریب آئی۔

"صبر کر میری دھمی لگ رہا ہے کھانا، تھک گئی ہے میری بچی"۔ اماں نے پیار سے اسے مخاطب کیا۔

"اماں تم شہد کیوں ٹپکاڑی ہو؟؟ کیا بات ہے؟؟" عجوبہ نے اپنے مخصوص انداز میں اماں کو غصہ دلایا مگر آج اماں نے غصہ نہ کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

لڑکے کے ابا نے اپنی ستو کی تھیلی پانی کی ٹنکی کے ساتھ رکھی تھی مگر اب وہ غائب ہو چکی تھی، لڑکے کے ابا پورے مجمعے میں حیران و پریشان ستو کی تھیلی اور پیالہ ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔

عجوبہ ویلی بیٹھی بور ہو رہی تھی۔ اس نے ایک دو دفعہ شکور کو مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر اسے متوجہ نہ پا کر اس نے سامنے بیٹھی خالہ پروین کو دیکھا، جو اسی کو دیدے پھاڑے دیکھنے میں مشغول تھی۔ عجوبہ نے اپنا ہاتھ الٹا کر کے دور سے ہی انہیں انگوٹھی دکھائی ساتھ منہ بھی چڑایا۔ انہوں نے اسے آنکھیں دکھا کر منہ پھیر لیا۔

"ہاں ہاں اب بولو! لڑکا نہیں ملے گا۔"

"مل گیاناں شکوڑا!!"

اس نے انہیں اونچی آواز میں مخاطب کیا ساتھ ہی شکور کی تھوڑی پکڑ کر ان کی طرف گھمایا۔ اچانک افتادہ شکور بری طرح چونکا۔ اچانک ہی ماحول میں ہڑبڑ مچی۔ غور کرنے پہ پتہ چلا کہ کھانا کھل گیا۔ کھانے میں بریانی کے ساتھ رائتہ، سلاد اور کھیر تھی۔

"جاؤ ناں شکوڑے بڑیانی لے کڑ آؤ زیادہ ساڑی بوٹیاں دالنا اور رائتہ بھی لانا۔"

عجوبہ کی بے تکی فرمائش پہ وہ چاروناچار اٹھ کر کھانے کی میز کی طرف بڑھا۔

لڑکے کے ابا نے ستو گم ہونے کے بعد اپنا حقہ احتیاط میز کے نیچے چھپا دیا تھا جو اب ندارد تھا نا جانے کس کی دشمنی تھی ایسی لڑکے کے ابا کے ساتھ کہ انکے شغل کا کوئی سامان نہ چھوڑا۔

کھانا نکالتے لوگوں میں سے جگہ بناتے لڑکے کے ابا ہر ایک میز کے نیچے گھس کر حقہ ایسے ٹٹولتے رہے جیسے کوئی سوئی ہو۔

عجوبہ کو کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی سوائے کھانے کے آج تو وہ رقیہ تک کو بھول گئی تھی۔

رقیہ لوگوں کی پلیٹوں میں سے چھپ چھپ کر بوٹیاں چرا کر کھا رہی تھی اور ہاتھ کرن کے دوپٹے سے پونچھ رہی تھی۔ ایک دو بوٹیاں اس نے بعد میں کھانے کی غرض سے اپنے کامدار دوپٹے کے پلو میں باندھی۔

لڑکے کے ابا اب مایوس ہو کر بریانی سے انصاف کرنے میں مصروف ہو چکے تھے۔

عجوبہ نے اپنی بوٹیاں ختم ہونے پر شکور کی پلیٹ پر ہلا بولا۔ اسکی پلیٹ میں ہاتھ ڈال کر چاولوں کے نیچے سے چھپی ہوئی نکالی۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے منہ میں رکھتی اسکے سامنے سے ایک لڑکی چاولوں کے اوپر لیگ پیس رکھے گزری۔ عجوبہ نے شکورے کو اس لڑکی کی طرف متوجہ کیا۔

لڑکی نے پانی پینے کے لیے پلیٹ میز پر رکھی۔ ابھی اس سے پہلے کہ وہ پلیٹ شکور لیگ پیس جیب میں ڈال کر عینک والے جن کی طرح غائب ہوا اور عجوبہ کے سامنے نمودار ہوا۔ عجوبہ نے اسکے ہاتھ سے ران چھینی اور اپنی نیچی ہوئی اس کے ہاتھ میں پکڑادی۔

"کولڈ ڈرنک تولے کڑاؤ"۔ عجوبہ نے تو شکورے کو بیرہ ہی سمجھ لیا تھا۔

شکور نے عجوبہ کو دینے سے پہلے خود بوتل کے دو گھونٹ بھرے مگر ساری پانی ملی کولڈ ڈرنک اسکے منہ سے فوارے کی طرح باہر نکلی۔۔۔

شکور ہاتھ دھونے اندر گیا چیل باہر چھوڑ کر مگر یہ کیا؟؟؟ اسکے واپس آنے پہ چیل غائب تھی پتہ نہیں کس نے منگنی میں ہی جو تا چھپائی کی رسم کر لی تھی۔

خیر غسل خانے کی دوپٹی کی چیل پہنے وہ اسٹیج پر آکر بیٹھا۔ عجوبہ نے اسکے پاؤں میں اپنے گھر کی چیل دیکھ کر شور مچادیا۔

"اوائے چیل چوڑی میڑی چیل لے کڑ جاڑ ہے ہو"۔ شکور نے شرمندہ ہو کر چیل اتاری اور گھر کے لیے ننگے پاؤں ہی گاڑی میں جا کر بیٹھ گیا۔ عجوبہ نے سب مہمانوں کے جانے کے بعد سکون سے کھیر کے پیالے بھر بھر کر ندیدوں کی طرح کھائے عورتیں اسے منہ بنا کر دیکھتی رہیں۔ اماں نے تاسف سے سر جھٹکا۔

اسکو بھلا سمجھانے کا کیا فائدہ تھا۔

منگنی کی اگلی صبح گھر میں گاؤں والوں کا تانتا بندھا تھا۔ جو آ رہا تھا منہ کھولے، دیدے پھاڑے عجوبہ کی شان میں قصیدے پڑھ رہا تھا۔

"ارے بہن کونسے عجائب گھر سے بہو پسند کر کے لائی ہو۔" محلے کی خالہ شازیہ نے منہ پہ ہاتھ رکھ کر سوال کیا۔

"بہو میلے کے سرکس میں تو کام نہیں کرتی؟؟؟" یہ لڑکے کی سگی خالہ تھیں جو ٹنڈو آدم سے خاص منگنی کی رسم میں شرکت کے لیے آئی تھیں۔

"ارے مجھے تو بالکل چڑیا گھر سے لائی ہوئی بندریا لگی۔" محلے کی ایک اور خاتون نے زور و شور سے اپنا موقف پیش کیا۔

"سب چھوڑو یہ بتاؤ شکور کیوں اسکے آگے پیچھے بھاگ بھاگ کر کام کر رہا تھا۔

کوئی جادو ٹونا تو نہیں کیا لڑکی والوں نے۔

مجھے تو خود ہی شکل سے جادو کرنی لگی۔" لڑکے کی پھوپھی سے کسی نے مشورہ نہیں کیا تھا تبھی انہیں لڑکی والے جادو گر لگے۔ انکی بات میں چھپی جلن محسوس کر کے باقی تینوں دل ہی دل میں مسکرائی۔

"بھلا بتاؤ کوئی دلہن اپنی منگنی پہ بھی پورا منہ کھول کر مٹھیاں بھر بھر کر چاول کھاتی ہے۔" لڑکے کی خالہ نے ایک اور سوشہ چھوڑا۔ سب کی دبی دبی ہنسی نکلی۔

"ارے تم نے اسے مرغی کی ران کھاتے نہیں دیکھا؟ توبہ توبہ استغفار۔۔۔" محلے کی خالہ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

انکی آواز پہ سب کا قہقہہ گونجا۔

لڑکے کی اماں سب کا منہ دیکھتی رہی۔

"اچھی خاصی سوہنی دھی ہے ماشاء اللہ۔ بس کھانے پینے کی تھوڑی شوقین ہے تو کیا ہوا؟ تم نے اپنی بیٹیوں کو نہیں دیکھا پیٹ کھول کھول

کر کھاتی ہیں۔ کھا کھا کر بھینس بنی ہوئی ہیں۔ کیا ہوا اگر شکور نے دو چار پلیٹیں بریانی کی لادی تو تم نے تو جادو کا ہی الزام لگا دیا۔۔۔ چلو

اٹھو، بھاگو یہاں سے اپنے اپنے گھروں کو جا کر کوئی کام دھندلا کرو صبح سے دماغ چاٹنے آگئیں۔۔۔ اور خبردار جو میری بہو کے بارے میں

کوئی الٹی سیدھی بات گاؤں میں پھیلائی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

انہوں نے اپنی طرف سے سب کی ستھری کر کے چلتا کیا۔

وہ صبح سے الگ الگ سب کو سمجھا کر تھک چکی تھیں۔ ایک جاتا تھا تو ایک آجاتا تھا۔

لڑکے کی خالہ اور پھوپھی بھی منہ بنا کر الگ الگ کمروں میں چلی گئیں۔

لڑکے کے ابا صبح سے جلے پیر کی بلی کی طرح صحن میں چکر کاٹ رہے تھے۔

اماں جیسے ہی مہمان خانے سے باہر صحن میں آئی ابا نے اپنی دکھ بھری روداد شروع کی۔

"میں نہیں کروں گا چوروں کے گھر شادی۔ غضب خدا کا ایک چیز نہیں چھوڑی میری، پسند بھی آئی لڑکی تو ڈاکوؤں کے خاندان کی، صبح کا بھوکا بیٹھا ہوں نہ حقہ پاس نہ ستو۔ کمبخت کریم کو بلوایا تو ہے کہ میرے حقے پانی کا انتظام کرے پتہ نہیں کہاں جا کر مرا ہے شکل نہیں دکھائی دوبارہ۔۔۔ ہائے ہائے ہاتھ پیر ٹوٹے چوروں کے۔"

ابا بیوی کو خبردار کرنے کے ساتھ ساتھ چوروں کو بھی دعاؤں سے نوازا رہے تھے۔

"اب کہاں چلے؟؟ ابا کو کمرے میں گھستے دیکھ اماں نے جلدی سے سوال پوچھا۔

"جار ہا ہوں خط لکھوانے۔۔ اچھا نہیں کیا میں نے دوست سمجھ کر انکی بندریا جیسی لڑکی سے منگنی کی الٹا ہمارے ساتھ ہی ہاتھ کر دیا انہوں نے۔"

ابا کے دل کے زخم بھرنے میں ہی نہیں آرہے تھے۔

اماں نے منہ پھیرا۔

عجوبہ نے صبح اٹھ کر کھلے بالوں اور پھیلے کا جل کے ساتھ ہی پورے گھر اور گلی کا جائزہ لیا، دو دفعہ پورے میدان کے چکر لگائے مگر وہاں تو رات والی کوئی چیز باقی نہیں تھی۔ اس نے اپنی کا جل والی آنکھیں مل کر گالوں پہ مزید نقش و نگار بنائے۔ آنکھیں رگڑ کر بھی جب رات کا منظر تازہ نہیں ہوا تو وہ اندر کو بھاگی۔

"اماں۔۔۔!!

میٹری کڑسی کہاں گئی؟؟ ڈیگیں کہاں گئی ڈیگیں۔ بڑیانی نہیں بچی کیا؟؟

اس نے پریشانی سے اماں کو پکارا۔

"ارے کونسی کرسی؟؟ کونسی دیگیں؟؟ کیا بکے جا رہی ہے؟؟"

اماں جو کاپی کھولے کسی حساب کتاب میں مصروف تھی کتاب سے سر نکالے اس کو جواب دے کر دوبارہ سے اپنے کام میں جتی۔

"اڑے اماں ڈیگیں میٹری منگنی کی ڈیگیں۔۔۔ ابھی تو چاٹیں بھی نہیں تھیں میں نے رات کو۔۔ سوچا تھا صبح چاٹوں گی پڑیہاں تو کچھ ہے ہی نہیں"۔ عجوبہ نے سوچا کہیں اس نے رات کو خواب میں تو منگنی نہیں کر لی۔

اماں نے دور سے ہی اس پہ لعنت بھیجتے اپنے کام کو جاری رکھا۔

عجوبہ کی آواز پہ کرن باورچی خانے سے چائے کے کپ اٹھا کر باہر نکلی۔

"عجوبہ ٹینٹ سروس والے آئے تھے سب سامان لے گئے ہیں۔ اب تم بھی منہ ہاتھ دھو۔ رات بھی تم میک دھوئے بغیر ہی سو گئی تھی چڑیل لگ رہی ہو بلکل"۔

کرن نے عجوبہ سے سخت لہجہ اپنایا۔

کیا مطلب تمہارا باجی؟؟ دیگیں لے گئے؟؟ بریانی بھی لے گئے کیا؟؟"

عجوبہ کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی تھی کرن کی ہر بات اس کے سر سے گزر گئی تھی۔

"رکھی ہے بریانی کچن میں پہلے منہ تو دھولو"۔ کرن نے اسے جواب دیا۔

"اس کے بھی سکریو ٹائٹ کرنے ہی پڑیں گے اب"۔ کرن نے دل میں سوچا۔

عجوبہ نے سر ہلاتے چائے کے کپ کو اٹھانا چاہا مگر کرن کی گھوریوں کے نتیجے میں ٹل کے پاس پہنچی۔

کرن نے بول بول کر اس کا صابن سے ہاتھ منہ دھلوا یا اور کنگھی کروا کر اس کو چائے دی۔

"اب تم روز ایسے ہی ہاتھ منہ دھو کر دانت صاف کرو گی تو ناشتہ ملے گا۔" کرن نے نیا حکم صادر کیا جس پہ عجوبہ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکلی۔

"آآ۔۔ پااا!! یہ تو نا انصافی ہے روز نہیں بس ہفتے ہں دوبار۔" عجوبہ منمننائی مگر کرن کے سر پہ جوں تک نہ رینگے۔ وہ شان بے نیازی سے اسے نظر انداز کر گئی۔

"اچھا... ٹھیک ہے ایک دن بعد۔" عجوبہ نے ایک اور حجت پیش کی مگر کرن کے انداز اور رویے میں فرق نہ آیا۔

"اچھا ٹھیک ہے روزانہ ہی۔۔۔ مگر دن میں صرف ایک بار اب اسکے کچھ نہ بولنا آپا۔" کرن نے اسکی منت کر کے اسے منانا چاہا کہ بات بھی رہ جائے اسکی اور کرن ناراض بھی نہ ہو۔

کرن نے ہلکا سا اثبات میں سر ہلایا اور ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ اسکی طرف بڑھایا جو اس نے بخوشی قبول کیا۔ بھلا کھانے پینے کی چیز سے وہ کتنی دیر تک دور رہ سکتی تھی۔

کرن نے بھی اسکی اس کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔

ابھی اس سے پہلے کے انکے درمیان مزید گفتگو ہوتی دروازے پہ ہونے والی دستک نے سب کا دھیان اپنی طرف مبذول کروایا۔

ابا بھی کمرے سے نکل کر باہر آئے اور دروازہ کھولا۔

سامنے ڈاکیا کھڑا تھا۔

"کیا بات ہے صاحب تمہارے بھی پڑھے لکھے رشتہ دار نکل آئے ہیں، پہلی دفعہ خط آیا ہے تمہارے گھر کسی کا۔" ڈاکیا بھی طنز کرنے

سے باز نہ آیا۔ کون تھا جو عجوبہ کی پڑھائی کا طعنہ نہیں دیتا تھا ابھی جو گاؤں والوں کو پتہ چلتا کہ لڑکا تو اتنا بھی نہیں پڑھا۔

ابانے اسکے ہاتھ سے خط پکڑا اور کھٹ سے دروازہ بند کیا۔

ابانے خط لا کر کرن کے ہاتھ میں پکڑا یا اور پڑھنے کا اشارہ کیا۔

خط کے اوپر لکھا غفور کا (اپنے دوست) نام انہوں نے پڑھ لیا تھا۔

کرن نے لفافہ کھول کر کاغذ کی تہ کھولی۔ پورے گھر میں پر تجسس خاموشی پھیلی تھی کہ دروازے کے کھٹکنے کی آواز نے سب کو چونکایا۔

ابانے دروازہ کھولا تو سامنے رقیہ اپنے ٹوٹے دانتوں کی نمائش کرتی موجود تھی۔

ابانے سامنے سے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔

کرن نے ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو کھول کر پڑھنا شروع کیا۔

"ازکرہ امتحان

اب ج

مورخہ۔ یاد نہیں خود ہی لکھ لینا۔

میرے پیارے چور!!

(کرن نے پڑھ کر خالو کی طرف دیکھا جن کے چہرے پہ نا سمجھی کے تاثرات تھے)

ویسے تم پہ سلامتی بھیجنے کا دل تو نہیں کر رہا پر رسماً السلام علیکم!!

(ابانے کھنکھار کر گلا صاف کیا)

کل ہی اپنے بیٹے کی منگنی میں تمہارے گھر آنے کا اتفاق ہوا مگر تمہارے چور رشتہ دار میرا حقہ اور ستو چوری کر کے لے گئے۔ میرے

چار دن کا ستو تھا جو ایک دن میں غائب ہو گیا۔ اور وہ حقہ میرے دادا جی کی آخری نشانی تھا میں پیتا نہیں تھا مگر روز تازہ کر کے اپنے ساتھ

ساتھ رکھتا تھا۔ اب مجھے دادا جی خواب میں آئیں گے تو انہیں کیا منہ دکھاؤں گا۔

(کرن نے اپنی ہنسی دبائی)

جوتی تو شکور کی بھی چوری ہوئی تھی لیکن اول تو وہ اسکے کسی دوست کی ادھار تھی اور دوسرا یہ کہ چپلیں تو مسجد کے آگے سے بھی چوری ہو جاتی ہیں خیر وہ تو تمہارا گھر تھا، اسکا مجھے زیادہ افسوس نہیں۔ لیکن میری باقی دو قیمتی چیزوں کے نقصان کی بھرپائی نہیں ہو پائے گی۔

(عجوبہ نے کچھ بولنا چاہا مگر اماں نے منہ پہ انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا)

میرا دل تو چاہتا ہے کہ تمہاری باندری جیسی بیٹی کا رشتہ ہی ختم کر دوں لیکن میری بیوی کا تمہاری سرخاب کے پروالی بیٹی پہ دل آگیا ہے۔

(رقیہ کا قہقہہ جاندار تھا)

میری آخری گزارش یہ ہے کہ آج کے بعد ہر تقریب میرے گھر میں ہی منعقد ہوگی اور کوئی بھی چیز کم ہوئی تو جاتے ہوئے تمہارے سارے رشتہ داروں کی تلاشی ہوگی اگر منظور ہو تو نکاح کی تاریخ دو ور نہ ہماری طرف سے خدا حافظ سمجھو۔

(اماں نے منہ بنایا)

"اللہ تمہارا حامی و ناصر نہ ہو چوروں کا منہ کالا ہو۔

اللہ حافظ تو پہلے ہی بول دیا اب کیا بولوں۔"

(ابا کا رنگ اڑا)

کرن نے خط واپس طے کرتے ہوئے باری باری سب کا چہرہ دیکھا۔

"چوڑ تو وہ خود ہے پہلے کسی اوڑ کی چپل پہن کڑا گیا جاتے ہوئے ہمارے غسل خانے کی جوتی پہن کر جاڑا تھا شکر ہے میں نے ڈیکھ کڑا

اتر والی۔ ننگے پاؤں گھڑ گیا۔" عجوبہ نے رقیہ کے ہاتھ پر تالی مارتے اپنا کارنامہ سنایا جس کو سن کر ابا کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

"سمجھتے کیا ہیں ہمیں؟؟ ہمارے رشتہ داروں کی تلاشی لیں گے۔ ہم نہ جانے کے اب انکے گھر۔"

اماں نے بھی فیصلہ سنایا۔

ابا بغیر کچھ بولے کمرے میں جا کر جواب پر سوچ و بچار کرنے لگے۔

خط پڑھنے کے بعد اماں سخت غصے میں چیزیں ادھر سے ادھر پٹختی پھر رہیں تھی اور ساتھ ہی بلند آواز میں شکور سے رشتہ نہ کرنے کا پر زور اظہار بھی کر رہی تھی۔

عجوبہ کے البتہ اپنی شان میں قصیدہ سننے کے بعد بھی کان پہ جوں تک نہیں رینگتی تھی۔ وہ مزے سے باورچی خانے سے رات کی بچی بریانی کی پلیٹ بھر کر لائی تھی اور مزے سے صحن میں بیٹھ کر چٹ کر رہی تھی۔ ایک پلیٹ اس نے رقیہ کو بھی دی تھی۔ رقیہ کے آنے کا اصل مقصد بھی یہی تھا، اسے بھی اپنی دوست کی بے عزتی سے کوئی خاص فرق نہیں پڑا تھا۔ خود کو مطمئن کرنے کے لیے ان کا یہ خیال کافی تھا کہ "جو کہتا ہے وہی ہوتا ہے"۔

اباپتہ نہیں کمرے میں کون سا چلہ کاٹ رہے تھے کہ دو گھنٹوں میں نہ آواز نکالی تھی نہ خود باہر آئے تھے۔ سچ اتنا بھی حیرت انگیز نہیں تھا کہ ابا مراقبے میں ہی چلے گئے تھے۔

صرف ایک کرن تھی جسے عجوبہ کی فکر پڑ گئی تھی۔ اللہ اللہ کر کے تو اس کا رشتہ ہوا تھا اب وہاں سے بھی صاف انکار ہوتا نظر آ رہا تھا۔ "آپا!! تم بھی کھالو بڑیانی برے مزے کی ہے سچ میں"۔

عجوبہ نے اپنے ہاتھوں سے چاولوں کو مسل کر ایک نوالہ بنا کر کرن کی طرف بڑھایا۔

کرن نے منہ پھیر کر ہاتھ کے اشارے سے منع کیا۔

"ہاں ہاں۔۔۔ بریانی کھا تو بس۔۔ کوئی شرم حیا نام کی تو چیز نہیں بچی"۔

اماں نے صحن میں نل کے پاس برتن دھوتے اسے لتاڑا۔

"کیا اماں؟؟؟ اپنی منگنی کی بڑیانی کھاتے ہوئے بھی شرمنا کر تھک گئی ہوں۔" عجبہ نے حیرت سے دیدے پھاڑے۔

"ہاں تیرے اسی شرمنا کی وجہ سے تیرے سسرال والوں نے دو حرف لکھ بھیجے ہیں۔۔۔ ختم ہی سمجھ اب رشتہ"۔ اماں نے اسے تھوڑی شرم دلانی چاہی جو بچپن سے ہی کبھی اسکے پاس نہیں آئی تھی۔

"ہیں ہیں؟؟؟ ہن ڈو اماں۔۔۔ مجھ معصوم پہ نہ ڈالو سب۔ وہ تمھاڑے چوڑے ڈاڑوں کی وجہ سے مجھے بندڑیا بول رہے ہیں ورنہ ڈیکھا نہیں تھا میٹری ساس کیسے صدقے واڑی جاڑی تھی میڑے۔۔۔ شکوڑے نے تو مجھے آنکھ بھی ماڑی تھی ایک دفعہ"۔

عجبہ نے بولتے ہوئے دوپٹے کا ایک کونہ شرم سے منہ میں دبایا۔

"تمہیں غلط فہمی ہو گئی ہے عجبہ اسکی آنکھ میں کچھ چلا گیا ہو گا، ورنہ وہ اچھا خاصا شریف لڑکا ہے"۔ کرن نے پہلی دفعہ سارے معاملے میں مداخلت کی۔

"کوئی نہیں۔۔۔ کوئی نہیں۔۔۔ میں نے بھی دیکھا تھا شکورے بھائی کو آگے پیچھے پھر رہے تھے عجبہ کے۔۔۔ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے باجی تمہارے شہر والے رشتے دار ہی چور ہیں"۔ رقیہ سے بھی اپنی دوست کی مزید عزت افزائی برداشت نہ ہوئی اور ہتھیار سنبھالتی میدان میں کودی۔

جہاں کرن کے ماتھے پہ بل پڑے وہیں اماں سے بھی اپنے رشتہ داروں کی بے عزتی برداشت نہ ہوئی۔

دفع ہوتی ہو تم دونوں یالاؤں پھر میں جتی؟؟؟"

اماں نے جوتی کی طرف ہاتھ بڑھائے وہ دونوں گولی کی رفتار سے اپنی پلیٹیں اٹھائے باہر بھاگیں۔

کچھ دیر میں ابا بھی کمرے سے باہر آئے اور داخلہ دروازے کی طرف بڑھے۔

"کہاں جا رہے ہیں خالو؟؟؟ کرن نے آگے بڑھ کر پوچھا۔

"جار ہے ہوں گے اپنے دوست کی جوتیاں سیدھی کرنے۔۔ بھلا کیسا دوست ہے زرا لحاظ نہیں رکھا، ساری جلی کٹی لکھ بھیجی۔ اب اپنی چیزوں کی حفاظت خود نہ کر سکے تو ہمارا کیا تصور بھلا؟؟۔۔ میں تو کہتی ہوں ایک رقعہ تم بھی لکھ بھیجو رشتے کی نامنظوری کا۔ دوستی جاتی ہے تو جائے۔۔ بھلا ہم لڑکی والے ہیں تو کیا کچھ بھی بولیں گے؟ ابھی منگنی ہوئی ہے تو آنکھیں سر پہ رکھ لی ہیں، شادی ہو جائے گی تو ہماری تو گائے بھینسوں کے باڑے میں مہمان نوازی کیا کریں گے۔۔ بس کرم علی!! اب تو تم نہ ہی سمجھو میری طرف سے بھی۔ میں نہ بھیجنے کی اپنی بیٹی وہاں بھلے باندری جیسی ہو یا چوہے جیسی ہمیں بڑی عزیز ہے۔"

اماں برتنوں کو رگڑنے، پٹختنے کے ساتھ گویا ہونیں

اماں کا ارادہ ابھی مزید بھڑاس نکالنے کا تھا کہ اباحتمی فیصلہ کرتے سر اثبات میں ہلاتے باہر نکل گئے۔ اماں کی عجوبہ سے والہانہ عشق کی وجہ کرن کو بھی سمجھ نہ آئی۔

گھر سے باہر نکلتے ہی ابا کی عجوبہ اور رقیہ پہ نظر پڑی جو ایک درخت کے نیچے چو کڑی مار کر بیٹھی تھی۔ گود میں اپنی اپنی پلیٹیں رکھے ایک ہاتھ سے چاول اور دوسرے سے بوٹیاں کھانے میں مگن تھی۔ پہلی نظر میں تو ابا انہیں فقیر نیاں سمجھ کر بھگانے والے تھے کہ پھر ابا کی نظر اسکے گنڈے کالے پیروں پہ پڑی اور ابا پہچان گئے کہ یہ تو عجوبہ ہے۔ کرن نے اسکا ہاتھ منہ تو دھلوا دیا تھا مگر پیر دھلوانا وہ بھی بھول گئی تھی۔ انہیں نظر انداز کرتے ابا کا رخ چوہدریوں کے ڈیرے کی طرف تھا۔

پورے گاؤں میں عجوبہ کی منگنی کے بعد دوسرے نمبر پہ چوہدریوں کے بیٹے کی خبر گردش کر رہی تھی۔ جو بھی سنتا تھا اسکا منہ حیرت سے کھل جاتا تھا اور پھر ایک آدھ مکھی ننگنے کے بعد ہی بند ہوتا تھا۔ چوہدریوں کا بیٹا شہر سے موبائل لے کر آیا تھا۔ بڑی بات موبائل لانا نہیں تھی، بڑی بات یہ تھی کہ موبائل بغیر ہٹنوں کے ہاتھ لگانے سے چلتا تھا۔

کچھ لوگ تو کہتے تھے کہ وہ پڑھنے کے بجائے شہر میں جادو سیکھتا ہے اور جانے کیا منتر پڑھتا ہے کہ موبائل اسکے منہ کے آگے آتے ہی چلنے لگتا ہے اور کوئی ہاتھ لگائے تو اسکی بتی بھی نہیں جلتی۔

کچھ کا تو یہ دعویٰ تھا کہ اس نے کسی چڑیل کو قبضے میں کر رکھا ہے جس نے اسے اپنے چڑیلستان سے یہ خلائی چیز لا کر دی ہے۔

الغرض جتنے منہ اتنی باتیں۔ ابا کو کسی چیز سے کیا لینا دینا تھا۔ ان سے تو اپنی ایک چڑیل ہی قابو نہیں ہو رہی تھی۔۔

ارے نہ نہ۔۔ ابا منتر پوچھنے نہیں جا رہے تھے اس سے بلکہ چوہدری کے بیٹے نے چوہدری کو بھی ایک بٹنوں والا موبائل لا کر دیا تھا اور انہوں نے پورے گاؤں میں اعلان کروایا تھا کہ جسے بھی کوئی کال وغیرہ کرنی ہو بلا جھجک ان سے رابطہ کر لیں۔

اب ابا بھی چوہدری کے موبائل سے غفور کو کال کرنے جا رہے تھے۔

"ہیلو!! کون؟؟ کون بات کر رہا ہے؟؟ ارے کرے تو؟؟ تو نے کب موبائل لیا؟ ہاں ہاں سیو کر لوں گا نمبر کیسا ہے میرا یا تو؟؟؟"

ابا کے ہیلو کے جواب میں سپیکر کے دوسری جانب سے غفور کی ہشاش بشاش آواز ابھری۔ ابھی اس سے پہلے کہ ابا اسکی پچھلی باتوں کا جواب دیتے اس نے دوبارہ خود ہی سلسلہ کلام پھر سے جوڑا۔

"چل اب یہ بتا نکاح کی تاریخ کب دے رہا ہے؟؟ ہاں بھئی گج وچ کے کروں گا اپنے شیر پتر کی شادی۔ پورے پنڈ کو بلاؤں گا۔ سب کو پتہ چلے ویاہ کس کا ہے۔ تو بھی آج اسب کو لے کر۔"

ابا نے موبائل کان سے ہٹا کر نمبر کی تصدیق کی کہیں وہ کوئی غلط نمبر تو نہیں ملا بیٹھے تھے یا پھر وہ خط کسی اور کی شرارت تھی ابا یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے بھلا ایک خط کے پیچھے وہ کیوں اپنی دوستی کو کھٹائی میں ڈالیں۔

"ہاں ہاں ٹھیک ہے۔۔ ابا کو آدھی ادھوری جو بات سمجھ آئی اسی پہ ہاں کہ دیا۔

"سن اب بس زیادہ دیر نہ کرنا۔ اگلے ہی ہفتے آج اپنے والوں کو لے کر ہم تو پہلے سے ہی تیار بیٹھے ہیں۔

پھر کال کروں گا موبائل تو تیرا ہی ہے ناں؟؟"

انہیں پھر سے موبائل کا خیال آیا۔

"نن۔۔ نہیں میرا نہیں ہے چوہدری صاحب کا ہے۔" چوہدری صاحب شانے چوڑے کیے کھیسڑے نکالے سامنے بیٹھے ساری گفتگو ملاحظہ کر رہے تھے۔

صد شکر ہے کہ چوہدری کے سامنے ابا کی عزت رہ گئی تھی ورنہ جو کچھ خط میں لکھا تھا وہی سب یہاں دہراتے تو یہ خبر تو جنگل میں آگ کی طرح گاؤں میں پھیلنی تھی۔ لوگ تو پہلے ہی منہ میں انگلیاں دبائے بیٹھے تھے انہیں اور ہنسنے کا موقع مل جانا تھا۔ ایک چوہدری کا خوف دوسرا پہلی دفعہ موبائل استعمال کرنے کا ڈر ابا نے بھی جلدی بات ختم کی۔ ابا نے گھر آکر اتای ساری داستان اماں کو سنائی۔

"کیسا پینتر ابد لا ہے توبہ توبہ"۔۔ اماں نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"مل نہیں رہی ہوگی کوئی پانچویں پاس کے لیے تبھی۔۔ چلو شکر ہے ہمارے سر سے بھی بلا ٹلے۔" رشتہ دوبارہ جڑتے ہی اماں کو اپنی پیاری بیٹی پھر سے بلا لگنے لگی تھی۔

گھر کے اندر داخل ہوتی عجوبہ اور رقیہ نے اماں کی بات سنی اور منہ بنایا۔

"اماں تمہیں ہے ناں بس میں بلا ہی لگتی ہوں، جو میڑی رخصتی پہ رُوئی نہ تم پھر ڈیکھنا۔ پھر آ جاؤ گی مگر مجھ کے آنسو بہانے۔ میں نہیں رُکوں گی پھر بھی۔"

اور اماں کی وہ جوتی جو پہلے عجوبہ کو لگتے لگتے رہ گئی تھی اب سیدھا اسکے سر پہ لگی تب ہی اسکی زبان کو بریک لگی۔

"باجی ہم پھر سے شاپنگ کرنے جائیں گے؟؟؟ رقیہ کی آنکھوں میں جگ مگ کرتی دکانیں گھومی۔

"خبردار جو سوچا بھی اب کے۔۔ ان گنواروں کے ٹولے کو گھر چھوڑ کر اکیلے جانا کرن اور جو کچھ ضرورت ہو لے آنا بس۔۔ اور زیادہ پیسے اڑانے کی ضرورت نہیں ہے ابھی جہیز بھی بنانا ہے ہم نے۔"

اماں نے کرن کو مخاطب کرتے پتھر پہ لکیر جیسی پکی بات کی۔

ان دونوں نے منہ بسور کر کرنا کو دیکھا جو کندھے اچکا کر بری الذمہ ہو گئی۔ ابھی پچھلی دفعہ کی سبکی اتنی پرانی نہیں ہوئی تھی کہ وہ ان دونوں کی سفارش کرتی۔

"اگلا ہفتہ تو یہ آیا رکھا ہے بھلا بتاؤ۔ تاریخ ہی دینی تھی نکاح کی تو اتنی ڈرامے بازی کی کیا ضرورت تھی اچھا خاصا منہ کر کر کر کے رس گلامنہ میں ڈال دیا۔"

ابا کی باتیں سن کر اماں کا غصہ وقتہ طور پر تو جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا مگر اب کروٹ کروٹ انہیں اپنی بے عزتی یاد آرہی تھی، تبھی بات بات پر جلی کٹی سنا کر دل کا بوجھ ہلکا کر رہی تھی۔

شکور کی اماں، خالہ اور پھوپھی کے اچانک گھٹ جوڑ سے پریشان تھی۔ وہ جو ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتی تھی، آج سارے اختلافات بھلائے اکٹھے بیٹھی تھی اور سونے پہ سہاگہ شکور بھی اندر ہی موجود تھا ناجانے دونوں مل کر اسے کیا پٹیاں پڑھا رہی تھی۔ ان دونوں کا اللہ واسطے کا بیر بھی پورے خاندان میں مشہور تھا۔ ہوا کچھ یوں تھا کہ غفور (شکور کے ابا) کی شادی پہ شکور کی خالہ نے اسکی پھوپھی پہ کشمیری چائے الٹ دی تھی جس کے جواب میں پھوپھی نے انہیں بے نقط سنانے کے ساتھ ساتھ پورے گاؤں کے سامنے ان کے بال بھی کھینچے تھے۔ بقول ان کے انہوں نے پوری شادی میں صرف ایک ہی جوڑا سلوایا تھا وہ بھی لڑکی کی بہن نے پورے دل سے خراب کر دیا۔

پورے گاؤں میں وہ ایک دوسرے کی حریف جانی جاتی تھی۔ جب بھی کسی تہوار پہ اکٹھا ہوتی تھی لوگوں کو کوئی نہ کوئی موقع ضرور دیتی تھی خود پہ تبصرے کرنے پہ۔ ابھی تو گاؤں والے اسی بات پہ حیران تھے کہ منگنی پہ کوئی ڈرامہ نہیں ہوا اور اب یہ پاک چین کی مثالی دوستی اماں سے بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی۔

دروازے پہ مستقل دستک ہو رہی تھی۔ ابا نے جھنجھلا کر دروازہ کھولا تو سامنے چوہدری صاحب کھیمپڑے نکالے کھڑے تھے۔

"کیا ہوا چوری (چوہدری) صاحب خیریت تو ہے اتنی سانس کیوں پھولی ہوئی؟" ابا نے ان سے اتنی عجلت میں آنے کی وجہ دریافت کی

ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو ابا ان کی حویلی سے ہو کر آئے تھے۔

"تمہارے سمدھیانے سے فون آیا تھا بلارہے ہیں تمہیں اپنے گھر تاریخ طے کرنے کے لیے۔"

چوہدری صاحب نے شانے چوڑے کرتے جواب دیا۔

"ہیں؟؟؟ ہیں؟؟؟ ہم کیوں جائیں گے؟ یہ کونسا رواج ہے بھئی سب روایتوں کی دھجیاں اڑادی اب اپنی لڑکی کی تاریخ دینے بھی ہم خود جائیں؟؟؟"

اماں نے کسی کا کیا دینا تھا جو ادھار رکھتی۔

"ارے چلی جائیں خالہ۔۔۔ کچھ نہیں ہوتا زمانہ بدل گیا ہے۔" کرن نے سر سے ٹلتی بلا دیکھ کر جلدی سے اماں کو مشورہ دیا۔

"ہاں بھئی؟؟ کہاں جاڑے ہو مجھے چھد کر؟؟ میں بھی چلوں گی ساتھ۔ نکاح نامے پہ شرطیں بھی تو لکھوانی ہیں ناں۔۔ ابا ابھی سے بتا رہی ہوں میں نہیں مانوں گی سوکھے منہ۔ ہر شرط منواؤں گی پہلے پھر دستخط کروں گی۔" عجبہ نے اپنی رائے کا بھرپور اظہار کیا بلا جھجکے۔

"تجھے دستخط کرنے آتے ہیں عجبہ؟؟؟ رقیہ کو تو اس کے دستخط کرنے کی فکر پڑ گئی تھی بھلا عجبہ نے جو کچھ پڑھا تھا اب تو وہ بھی بھول چکی تھی۔"

"چل چل دستخط نہیں آتے تو کیا ہوا؟؟؟ میں انگوٹھا چھاپ لوں گی۔۔ شادی تو اب شکوڑے سے ہی کروں گی۔" عجبہ نے سر پہ دوپٹہ ڈال کر آدھا گھونگٹ نکالا۔

ابادور سے ہی اس پہ لعنت بھیجتے باہر نکلے۔ اماں بھی چاروناچار پیچھے گئی جبکہ چوہدری صاحب بن بلائے مہمان کی طرح خود ہی ساتھ چل پڑے۔

چوہدری صاحب سفید کاٹن کا کرتا شلوار پہنے بڑے کروفر سے اپنی گاڑی کی اگلی نشست پہ بیٹھے، پیچھے عجبہ کے اماں ابا کو بٹھایا۔

ابا کو تو یہی فکر لاحق تھی کہ ان کے سامنے کوئی بات نہ ہو جائے اور خط کا ذکر تو اب غلطی سے بھی نہیں کرنا تھا یہی بات انہوں نے دبی دبی آواز میں اماں کو بھی سمجھائی۔

"ہاں تو مجھے کیا پاگل سمجھ رکھا ہے جو خود ہی بتاؤں گی"۔ اماں نے بلند آواز میں جواب دیا ڈرائیور اور چوہدری صاحب دونوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔

شکور کی کوٹھی پہ پہنچ کر سب سے پہلے چوہدری صاحب بڑی شان سے گاڑی سے نکلے۔ وہاں شکور کے ابا ان کے استقبال کے لیے پہلے سے ہی باہر موجود تھے۔

"یہ ہمارے گاؤں کے چوری صاحب ہیں"۔ ابا نے ان کا تعارف کروایا اس سے پہلے کہ چوہدری صاحب کی چھاتی پھیلتی شکور کے ابا گویا ہوئے۔

"اوائے یہی منحوس ہے جس نے میرا حقہ چرایا۔۔ ہائے کیڑے پڑے تیرے، سارا ستوپا گیا میرا بچا ہوا ساتھ ہی لے آتا"۔ ابا نے گہرا کر اماں کو اور اپنے دوست کو دیکھا۔

"ارے نہیں نہیں غفورے۔۔۔ یہ چور نہیں ہیں۔۔ یہ وڈیرے ہیں ہمارے گاؤں کے"۔ ابا نے وضاحت کی۔

"اچھا اچھا۔۔ آؤ آؤ صاحب اندر بیٹھو۔۔ بڑا اچھا لگا آپ بھی تشریف لائے"۔ غفور صاحب نے موقع کی مناسبت سے فوراً ہی پانسہ پلٹا اور انہیں لے جا کر مہمان خانے میں بٹھایا۔ شکور کی اماں وہاں پہلے سے ہی محو انتظار تھی۔ مہمان خانے میں بیش قیمت قالین بچھے تھے، نئے طرز کے صوفے اور کرسیاں۔۔ لاجواب شیشے کی میزیں اماں کی تو آنکھیں ہی چندھیار ہی تھی، جس چیز کو دیکھتی تھی آنکھیں حیرت سے پھٹی جا رہی تھی۔ قیمتی بڑے بڑے گلدانوں میں سلیقے سے سجے پھول شکور کی اماں کی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھے۔

غفور صاحب نے عزت سے انہیں صوفوں پر بٹھایا اور خود بھی ساتھ ہی براجمان ہوئے۔ لڑکے کی خالہ اور پھوپھی بھی آکر بیٹھ گئی۔ شکور بھی موجود تھا وہ جب سے خالہ اور پھوپھی کے چنگل سے آزاد ہوا تھا گم صم بیٹھا تھا۔ اماں کی تشویش میں مزید اضافہ ہوا۔

"دیکھو بھئی کرے۔ میں نے خط میں غصے میں اپنی سوہنی دھمی کو بندر یا لکھ دیا تھا یقیناً جانو وہ ہمیں بھی اتنی ہی پیاری ہے جتنی تمہیں"۔

خط کے نام پہ چوہدری صاحب کے کان کھڑے ہوئے انہوں نے ابا سے آئبر و اچکا کر سوال کیا پر ابا دیکھ کر بھی ان دیکھا کر گئے۔۔

"ہیں ہیں؟؟ کس نے میری حور جیسی بہو کو بندر یا بولا۔" اماں بھی تیکھے چتون لیے بولی۔

"ارے کچھ نہیں بہن جی چھوڑیں۔ پرانی بات ہو گئی ہم تو نکاح کی تاریخ طے کرنے آئے ہیں۔" ابا نے بات کو سنبھالا۔

"لڑکی کا جوڑا تو ہم ہی لائیں گے۔" خالہ اور پھپھو نے ایک اور دوستی کی مثال قائم کرتے کہا۔

پینڈھ جڑی نہیں تھی گنگٹے پہلے لڑنے لگے تھے۔

اماں نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا

"ہاں تو پھر اگلا ہفتہ طے سمجھو۔ سب کو لے کر آنا کوئی مسئلہ نہیں ہے دھوم دھام سے نکاح کریں گے پھر رخصتی کی تاریخ بھی دیکھ لیں

گے۔" غفور صاحب نے اپنی رائے دی۔

"کیوں؟؟ کیوں؟؟ اگلا ہفتہ کیوں؟ کل کیا دن ہے؟ جو بھی ہے وہی رکھ لیتے ہیں۔" لڑکے کی اماں نے ہتھیلی پہ سرسوں جمائی۔

"کل کیسے ابھی تو ہم نے اپنے رشتہ داروں کو بھی اطلاع نہیں دی۔" ابا نے جواز پیش کیا۔

"ہاں تو پرسوں رکھ لیتے ہیں بس ہو گیا فیصلہ۔"۔ شکور کی اماں نے خود ہی سب طے کر لیا۔

"میں بتائے دے رہی ہوں لڑکی کا جوڑا میں ہی لاؤں گی۔"

خالہ نے پھر سے پر زور اصرار کیا۔

"کیوں بھئی؟۔ ہم یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟ منہ دیکھنے تھوڑی آئے ہیں تیاری کرنے آئے ہیں۔ میں لاؤں گی جوڑا تو۔" پھوپھی کیوں

پیچھے رہتی۔

"ہاں ٹھیک ہے دونوں جا کر لے آنا۔ دماغ نہ چاٹو۔" اماں نے بات ختم کی۔

عجوبہ کے اماں ابا بھی چائے پانی کے بعد چوہدری صاحب کی گاڑی میں ہی واپس چلے آئے۔

"دعا کرو عجوبہ شکور بھائی کے اماں ابا مان جائیں تمھاری بھی شادی ہو۔" کرن نے عجوبہ کو مخاطب کرتے کہا۔

"ہے ہے؟ کیسے نہیں مانیں گے۔؟" نہیں مانتے تو جائیں بھاریں۔ میں تو اب شکوڑے سے ہی شادی کڑوں گی۔ ڈیکھ لینا آپا گھوڑے پہ بیٹھ کڑ آئے گا مجھے لینے۔" عجوبہ نے خوابوں کی دنیا میں جاتے جواب دیا۔

"گھوڑے پہ کیوں آئیں گے؟؟ گاڑی کہاں گئی انکی؟؟ ہائے!! عجوبہ تو نے پھر ٹیروں (ٹائروں) سے ہوا تو نہیں نکال دی۔" رقیہ نے اسکی کمر پہ دھپ لگائی جس سے وہ خوابوں کی دنیا سے واپس اپنے ٹوٹے پلنگ پہ لوٹی اور منہ کے بل گرتے گرتے پئی۔

اماں ابا کے دروازہ کھولتے ہی کرن دروازے کی طرف بڑھی اور وہاں ہونے والی گفتگو کے بارے میں پوچھا۔

اماں نے پر مسرت ساری بات بتائی۔ ابا تو خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے۔ اماں نے انکے گھر کی چیزوں کے جو جو نقشے کھینچے اسکو سن کر ان تینوں کے ہوش اڑ رہے تھے اور عجوبہ کی قسمت پہ رشک کر رہے تھے۔

ابا بھی جلدی جلدی نوٹ پیڈ پہ دعوت نامے لکھنے لگے کل جا کر سب کو تقسیم بھی کرنے تھے۔ الغرض دونوں گھروں میں زور و شور سے نکاح کی تیاریاں شروع ہو گئیں

جب سے لڑکی والے تاریخ طے کر کے گئے تھے شکور کے گھر میں عجب گہما گہمی کا سماں تھا۔ دوست اور رشتہ دار جوق در جوق ٹولیوں کی صورت میں آگئے تھے۔ کوئی گاؤں اور شہر ایسا باقی نہ تھا جہاں سے اسکے قرابت دار موجود نہ ہوں۔ اسکی شادی کا کھانا کھانے کے شوق میں سب وہ رشتہ دار جن کی آپس میں نہیں بنتی تھی وہ بھی جمع ہو گئے تھے۔ کچھ دوست احباب مل کر گھر کی سجاوٹ میں مصروف تھے۔ دوسری طرف جب عجوبہ کو اپنے نکاح کی خبر ملی تھی پہلے تو وہ بہت خوش ہوئی تھی لیکن اچانک ہی اسے یاد آ گیا تھا کہ اسکی تو کوئی رسم ہی نہیں ہوئی نہ مایوں نہ مہندی بھلا یہ کیسی شادی؟؟

"اماںں!! میں بتا رہی ہوں میٹری ہنڈی بھی کڑوڑنہ عین نکاح کے وقت انکاڑ کڑوڑوں گی پھر اپنی عزت بچانے کے لیے ہنڈی کڑو گی تو میں کوڑا انکاڑ کڑوڑوں گی۔" عجوبہ نے اماں کو دھمکاتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا

"چل ہٹ، بے شرم!۔ دو فٹ کی زبان ہے لمبی جوتے کھائے گی سسرال جا کر

ہمیں بھی گالیاں سنوائے گی۔ یہی حرکتیں رہیں تو وہ شکور کی ماں جو بلائیں لیتے نہیں تھک رہی منہ بھر بھر کر کوسنے دے گی۔" اماں کو اسکی بے شرمی پر حیرت تو نہیں ہوئی تھی البتہ غصہ ضرور آیا تھا۔

"کیا ہے اماں تم تو میٹرے پیچھے ہی پریڑ ہنا ایک دفعہ جالینے ڈو مجھے پھر مڑ کڑوڑیکھنا بھی نہیں میں نے۔" عجوبہ نے اماں کو ایمو شنل بلیک میل کرنا چاہا۔

"ہاں۔۔۔ جا جامنخوس بلاٹلے ہمارے سر سے بھی۔ کسی کو منہ دکھانے جو گے نہیں ہیں تیری حرکتوں کی وجہ سے۔۔۔ چل جا بھاگ اب ادھر سے۔" اماں پہلے ہی تھک کر آئی تھی مگر عجوبہ ہی کیا جو دوپل کو بھی سکون لینے دے۔

"میں نہیں بھاگنے کی اماں۔۔ میں تو ہنڈی کڑوڑا کڑوڑا ہیڑ ہوں گی اوڑا باتم کیا خرچہ بچا کڑوڑ آگئے سب شکوڑے پہ دال کڑوڑا ہنڈی بھی نہ کڑوڑی۔"

"کنجوس مکھی چوس ابااا!!!" عجوبہ نے توپوں کا رخ ابا کی طرف موڑا۔

ابا کا منہ حیرت سے کھلا پر بولے کچھ نہیں اب دودن کی مہمان بیٹی سے کیا بولتے فقط تاسف سے سر ہلا کر رہ گئے۔

"بسبس میں نے نہیں کڑنی کوئی شادی۔۔ میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ ساڑی زندگی اڈھڑ ہی بیٹھ کڑوڑ تمھاڑے سینے پہ مونگ ڈلوں گی۔" عجوبہ نے روتے ہوئے آنکھیں رگڑیں اور ناک سے غبارہ بنایا۔

"چل کرن لے کر جا اسے اندر اب میری برداشت سے باہر ہو رہا ہے۔ اب جے میں اٹھ گئی تو میں نے لالینی ہے جتی اور سینک دینی ہے کمراسکی۔۔۔ چل دفعہ ہو یہاں سے۔"

اماں نے کرن کو مخاطب کیا۔۔

عجوبہ منہ بسورتہ کمرے میں بھاگی اور کھڑکی سے باہر جھانکتے رونے لگی۔ اسکے مگر مچھ جیسے آنسوؤں سے آدھے گاؤں میں سیلاب آگیا لوگ بھاگے بھاگے اسکے گھر کی طرف دوڑے اور سارا مدعاسن کر خود کو سیلاب جیسی آفت سے بچانے کے لیے ابا کو مہندی پہ راضی کرنے لگے۔ بارش نہ ہونے یا کنوئیں خشک ہو جانے کی وجہ سے جن گھروں میں پانی کی قلت ہو گئی تھی انہوں نے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر گھر پہنچائیں۔ کھیت کھلیاں بھی خوب سیراب ہوئے۔ مذید پانی وبال جان نہ بن جائے سوراتوں رات سب گاؤں والوں نے مل کر شامیانے لگائے اور آدھے گاؤں کو چمکیلی لڑیوں سے سجایا۔

تب کہیں جا کر عجوبہ کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑی۔

اماں نے بھی سب مہمانوں کے سامنے شکور کے گھر کا نقشہ بڑھا چڑھا کر کھینچا۔

"ویسے ایک بات تو بتا رضیہ کونسے وظیفے کیے ہیں جو اپنی لنگور جیسی بیٹی کے لیے شہزادہ ڈھونڈ لیا۔"

اماں کی دوست پروین توجب سے منگنی سے گئی تھی یہ بات ہضم ہی نہیں ہو رہی تھی آخر کو پوچھ ہی لیا۔ انہیں بھی تو اپنی گینڈے جیسی بیٹی کے لیے شہزادہ ڈھونڈنا تھا۔

"خالہ! خالی شہزادہ نہیں ہے بالوں والا شہزادہ ہے۔" عجوبہ نے انکے گنبے شوہر پر چوٹ کی۔

"ویسے بڑی ہی لمبی زبان ہے تیری کچھ گن بیٹی کو بھی سکھا دیے ہوتے۔ خود تو ہر کام میں ماہر ہو بیٹی کو بس باتیں ملانی ہی سکھائی۔"

پڑوس کی عورتوں کو جب بولنے کا موقع ملا تھا تو پیچھے کیوں رہتی ہر ایک نے کار خیر سمجھ کر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

"اچھا اچھا بس کرو چغلیاں خالہ۔۔۔ ہم نے آج رات ڈھولک بجانی ہے۔" رقیہ نے بلند آواز میں سب عورتوں کو اپنی جانب متوجہ کیا۔

"ہاں ہاں یہ گائیں گی گانا؟؟ رڑ تو منہ سے نکلتا نہیں رہنے دو بھئی ہم ایسے ہی ٹھیک ہیں"

محلے کی ایک لڑکی نے عجوبہ پہ طنز کیا۔

عجوبہ جو لوگوں کی ساتھ لائی مٹھائی پہ ہاتھ صاف کر رہی تھی اس نے رتی بھر اثر نہیں لیا مگر رقیہ کے تو مانوسر پہ لگی اور تلوؤں بجھی۔
رقیہ اس لڑکی پہ بھرے ہوئے شیر کی طرح چڑھ دوڑی اور اسے چوٹی سے پکڑ کر دروازے سے باہر نکالا۔ باقی سب مہمان تماشائی بنے
بغیر ٹکٹ کی فلم کے مزے لیتے رہے۔

کچھ عورتوں کانوں کو ہاتھ لگا کر سرگوشیاں کیں مگر کچھ بولنے کی ہمت کسی کی نہ ہوئی۔

رقیہ اور کرن ڈھولک کے کر بیٹھی خود تو بہت محظوظ ہوئیں مگر گاؤں والوں کو زبردستی اپنی بے سری آواز سنا کر جی بھر کر بد مزہ کیا۔
محلے کی کچھ اور لڑکیاں اور دور پار کی رشتہ دار بھی ان کے گرد جھمگئے کی صورت میں جمع ہوئیں اور ساری رات ہنسی ٹھٹھے اور گانے
گاتے گزاری۔ کچھ شوخ اور چنچل لڑکیوں نے گاؤں کی بڑی بوڑھیوں کی نقل بھی اتاری کچھ نے لڈی ڈالی۔ محلے کے لڑکوں نے جمع ہو
کر صحن میں بھنگڑے ڈالے۔ تھوڑی دیر پہلے ہونے والی بد مزگی کا کہیں شائبہ تک نہیں تھا۔

فجر کی اذان سے کچھ پہلے سب تھک ہار کر جس کو جہاں جگہ ملی وہیں سو گئے۔

فجر میں گاؤں کی بزرگ رسید اخواتین نے سب لڑکیوں کو زبردستی نیند سے جگا کر نماز پڑھوائی۔

۔ "اتنا ٹھنڈا پانی ہے اماں اگر میں جم گئی تو شاڈی کس کی کڑو گی"۔ عجوبہ نے وضو سے بچنے کے لیے حجت پیش کی

"نہیں جمے گی کر لے وضو۔ ویسے ہی تیری پانی سے نہیں لگتی آج ہی کر لے وضو"۔ محلے کی ایک سلجھی ہوئی خاتون نے پیچھے سے ہانک
لگائی

"اوڑا گڑا اس ٹھنڈے پانی سے مجھے بھاڑ ہو گیا تو میں ڈلہن بن کر تیاڑ کیسے ہوں گی"۔ عجوبہ نے ایک اور بہانہ گڑھا۔

اماں کے پاس کرنے کو اور بھی کام تھے سو اس کو اسکے حال پر چھوڑ کر باورچی خانے میں پہنچی۔ نماز کے بعد سب کو چائے اور رس کھلائے
ناشتہ بننے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔

صبح ہی صبح دور دراز کے مہمان بھی آپکے قریب والے تورات سے ہی ڈیرے لگائے بیٹھے تھے۔

سب مہمانوں کی خالص دیسی گھی کے پراٹھوں اور مکھنی ساگ سے تواضع ہوئی۔

اس کے بعد لسی کا دور چلا۔ ایسے ہی کھاتے پیتے شام ہو گئی۔ لڑکیوں، عورتوں، بچوں سب کو اپنی اپنی تیاری کی فکر تھی عجوبہ کی تو کسی کو فکر ہی نہیں تھی مہندی تو اس نے لڑا کر رکھوا ہی لی تھی مگر تیاری کرنے کا تو وقت ہی نہیں ملا تھا۔

صبح ہی صبح ابانے چوہدری صاحب سے شکور کے گھر بھی دعوت نامے کا فون کروادیا تھا اب اگر وہ پہنچ گئے اور عجوبہ ہی تیار نہ ہوئی تو کیا ہو گا۔

اس نفسا نفسی کے عالم میں صرف کرن اور رقیہ تھیں جنہیں عجوبہ کی فکر تھی لیکن رقیہ کے پاس کوئی نیا جوڑا نہ تھا اپنا ہر جوڑا وہ گاؤں کی دس شادیوں میں پہن چکی تھی اسے اپنے لیے ہی کپڑے مشکل سے میسر آئے تھے اور کرن تو شہر سے شادی کی تیاری کر کے ہی نہیں آئی تھی۔ وہ تو چھٹیاں گزارنے آئی تھی کپڑے بھی اسی حساب سے لائی تھی اس نے بھی اپنا گزارا ہی بمشکل کیا اور عجوبہ کا تو ہر کپڑا ہی سوراخ شدہ تھا اپنے کپڑوں کے بارے میں تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اب سب تیار تھے اسکی مہندی میں سوائے اسکے وہ ابھی تک ایسے ہی کھلے بالوں اور میلے کپڑوں میں بیٹھی تھی۔ کچھ تو کہہ رہے تھے خیر ہے میلا کچلا ہی رہنے دو کل نکھار آئے گا مگر عجوبہ کو یہ بات کون سمجھاتا۔ اس کو مطمئن کرنے کے لیے گاؤں کی ہر عورت نے اپنے مایوں بیٹھنے کا قصہ سنایا مگر اس کا رونا شد و مد سے جاری تھا۔

شکور بھی اپنے پورے خاندان کے ساتھ پہنچنے والا تھا۔ عجوبہ کے کپڑوں کا مسئلہ۔ مسئلہ فیثا غورث بن گیا تھا جس کو جس پہلو سے بھی سوچو کوئی حل سامنے نہیں آ رہا تھا۔

شکور کی کوٹھی میں دوپہر سے ہی افراتفری پھیلی تھی۔ ہنگامی بنیادوں پہ تیاریاں زور و شور سے جاری تھی۔ سب کو نکاح کی دعوت دی گئی تھی۔ آئے بھی سب نکاح کی تیاری سے تھے، اب یہ جو مہندی کا شو شا چھوٹا تھا تو سب کو اپنی فکر پڑ گئی تھی۔ منگنی کی طرح آج بھی شکور کی کسی کو مطلق پروا نہیں تھی۔ اسکی شہر سے آئی کزنیں اسکی گاڑیاں بمع ڈرائیور کے خریداری کے لیے فرار ہو چکی تھی۔

اسکا دوست نکاح کی شیر وانی جو لے کر آیا تھا وہ بھی اسے ٹائٹ تھی۔ ٹیلر اسکا اپنا ہی ایک دوست تھا، اسلیے مرو تا کچھ بول بھی نہیں سکا۔ بس صبر کا گھونٹ پی کر رہ گیا مگر مسئلہ یہ تھا کہ گاؤں میں ایک بھی سلائی مشین موجود نہیں تھی یہاں تک کہ شکور کے پر آسائش گھر میں بھی کوئی مشین نہیں تھی، جب کسی کو کپڑے سینے ہی نہیں آتے تھے تو مشین کا کیا کرتے؟ اور اب بیٹھے بیٹھے یہ مہندی کی مصیبت بھی گلے پڑ گئی تھی۔

ابا کو تو عجبہ کے گھر جانے کا سوچتے ہی اپنے ستو اور حقے کا غم تازہ لگنے لگا تھا۔ کتنی مشکلوں سے انہوں نے اپنی نایاب چیزوں کو بھلا کر اپنے دوست کو گلے لگایا تھا کچھ بھی تھا اس دفعہ ابا نے پوری تیاری سے جانا تھا تا کہ کسی بھی قسم کے نقصان کی صورت میں سبکی کا سامنا نہ ہو۔ پہلے تو صرف گاؤں والے ہی تھے لیکن اس دفعہ دوست احباب اور شہر سے رشتہ دار بھی ساتھ تھے۔

اماں کو کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی انہوں نے الماری سے کاٹن کا پیلے رنگ کا سوٹ نکالا اور ملازمہ کو استری کرنے کو دے دیا، ساتھ ہی اپنی کالی دوپٹی کی چپل نکالی جو انہوں نے خاص باہر آنے جانے کے لیے رکھ کر چھوڑی ہوئی تھی۔ بالوں میں کالا چٹیل ڈال کر کنگھی کی اور تیار ہو کر سب کو دیکھنے لگیں۔

شکور نے بھی پچھلی عید کا ہلکے آسمانی رنگ کے کرتے شلوار پر ہی قناعت کر لی۔ گاڑیاں اور لڑکیاں واپس آچکی تھی مگر اب اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ شہر جا کر واپس بھی آ سکے۔ شکور کی کزنیں رات کو ڈھولکی کا ارادہ رکھتی تھی مگر اچانک مہندی کے پروگرام نے انکے ارمانوں پہ پانی پھیر دیا تھا اور اب وہ وہاں جا کر عجبہ کی مہندی کے رنگ میں بھنگ ڈالنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

خالہ اور پھوپھی نے الگ محاذ کھول رکھا تھا ان کا مطالبہ یہ تھا کہ جب لڑکی والے اپنے سب چاؤ پورے کر رہے ہیں تو وہ کیوں اپنے ارمان نہ نکالیں۔ اب تو وہ مایوں، مہندی، ڈھولکی سب کریں گی بلکہ لڑکی والوں کے گھر بری بھی کے کر جائیں گی۔ ایسی بد مزہ شادی انہیں کسی طور قبول نہ تھی۔ حالانکہ تاریخ طے کرتے ہوئے انہوں نے منہ سے بھاپ تک نہیں نکالی تھی مگر وہ رشتہ دار ہی کیا جو عین موقع پر فساد برپا نہ کریں؟ اب ابا کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ انکے گھر مہندی پہ جائیں یا اپنے گھر مہندی کا انتظام کریں۔

رشتہ دار، دوست یہاں تک کے دوستوں کے رشتہ دار اور دوست تک موجود تھے اور تو اور گاؤں والوں کے رشتہ داروں کے بھی

رشتے دار موجود تھے۔ مہمانوں کا یہ عالم تھا کہ شکور کے ابا کی کوٹھی بھی کم پڑ رہی تھی عجوبہ کے دو کمروں والے گھر میں اتنے مہمانوں کو کیسے لے کر جاتے اور ہر ایک جانے کو تیار بیٹھا تھا جس کو نہ لے کر جاتے اس نے ہی ناراض ہو جانا تھا۔ شکور کا گھر، گھر کم چڑیا گھر زیادہ لگ رہا تھا۔ کانوں پڑی آواز سنائی دے رہی تھی نہ آنکھوں کے سامنے رکھی چیز دکھائی دے رہی تھی۔ اتنے مہمانوں کو ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں لے جانا بھی مسئلہ تھا اسی سے بچنے کے لیے انہوں نے لڑکی والوں کو اپنے گھر بلایا تھا لیکن ابھی انہیں معلوم نہیں تھا کہ لڑکی والوں کے مہمان بھی انکے مہمانوں سے کچھ کم نہ تھے۔

ابا کو اب اپنی شینیاں بگھارنے پر اور شان و شوکت سے مرعوب کرنے کے لیے اتنے لوگوں کو بلانے پر کچھتاوا ہو رہا تھا۔

ابا کا اصل پسینہ تو اب چھوٹا تھا جب شکور نے انہیں اطلاع دی تھی کہ شہر سے اسکے وہ دوست بھی آرہے تھے جو اسکے ساتھ پڑھتے تھے لیکن اب شہر جا کر کچھ بن گئے تھے اور وہ بھی جن کے ساتھ وہ کاروبار کرتا رہا تھا۔

ابا نے سوچوں میں غلطایا عجوبہ کے گاؤں کے چوہدری کو فون کرنے کا سوچا اور کال ملائی۔

گاؤں کے چوہدری اپنی دھوتی سنبھالے سرپٹ بھاگتے عجوبہ کے گھر آرہے تھے۔ گھر کے قریب پہنچے تو ابا باہر ہی مل گئے۔ انہوں نے شکور کے ابا کو ساری کہانی بڑھا چڑھا کر سنائی اور آخر پہ اصل مدعا بیان کیا کہ شکور کے ابا شادی کو دوبارہ سے ترتیب دینے کا سوچا ہے اور اس سلسلے میں وہ کل اپنے چند خاص مہمانوں کے ساتھ دن میں پھیر لگائیں گے۔ ابا نے اندر آکر اماں کے کان میں سرگوشی کی مگر اماں اطمینان سے بیٹھی رہی البتہ چوہدری کی بیٹی جس نے پہلے کان لگا کر اپنے ابا اور غفور کی بات سنی تھی اور اب عجوبہ کے ابا اور اپنے ابا کی بات سنی تھی اندر آکر دو کی چار لگا کر ڈھنڈورا پیٹا۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ عجوبہ کے ساتھ شکور کی شادی کے بارے میں دوبارہ سوچنا چاہتے ہیں یعنی انہیں اس رشتے پر اعتراض ہے۔ عجوبہ تو مانوس کر ہی خوش ہو گئی تھی اور پورے گھر میں اچھلتی کودتی پھر رہی تھی اسے اپنی شادی کی تقریب کینسل ہونے کا کوئی افسوس نہیں تھا بلکہ وہ لوگ جو مہندی کے لیے تیار ہو کر بیٹھے تھے اب عجوبہ آتے جاتے انہیں منہ چڑا رہی تھی۔

اچھا ذلیل کیا ہے بھی اپنے گھر بلا کر اب کل دوبارہ نہیں آئیں گے ہم تیار ہو کر "۔ محلے کی کچھ عورتیں منہ بنائے کہنے لگی۔"

"ہاں ٹھیک ہے خالہ جاؤ گھر تمہیں بلایا کس نے تھا تم تو خود میلہ سمجھ کر ڈیکھنے چلی آئی۔"

عجوبہ نے مذاق اڑانے والے انداز میں انہیں لتاڑا۔ باقی سب نے خاموش رہنے ہی میں اپنی عافیت جانی۔

کرن نے اپنا پیلا جوڑا جو ابھی ابھی اسکی بہنیں شہر سے لائی تھی، زبردستی عجوبہ کو پہنایا تاکہ وہ مایوں کی دلہن بن کر ایک کونے میں گھس کر بیٹھ جائے مگر وہ عجوبہ ہی کیا جو انسان بن جائے۔ وہ تو شہر سے آنے والے مہمانوں کے سامان کی تلاشی میں لگی تھی کہ شاید کہیں سے کچھ کھانے کو مل جائے رقیہ بھی اسکے ساتھ پیش پیش تھی بلکہ اب اس کام میں انکی چند اور دوستیں شامل ہو گئی تھی۔ کرن تو اتنے دن بعد اپنے گھر والوں سے ملی تھی سوانکے ساتھ بیٹھ کر انہیں گاؤں کے احوال سنانے لگی۔

رقیہ کی ایک دوست کو کرن کی چھوٹی بہن کے پرس سے چند ٹافیاں اور چاکلیٹ ملی جو اس نے سب کی نظروں سے بچا کر اپنے دوپٹے میں باندھنے کی کوشش کی مگر رقیہ کی عقابی نظروں سے بچ نہ سکی۔ رقیہ لمحے کے ہزارویں حصے میں گولی کی رفتار سے اسکے سر پہ پہنچی اور اسکے ہاتھوں سے ٹافیاں چھینی مگر وہ بضد تھی کہ ان ٹافیوں پر اسکا حق ہے کیونکہ یہ اسے ملی ہیں۔ چھیننے جھپٹنے میں چاکلیٹ فرش پر گری، عجوبہ نے چھلانگ لگا کر زمین سے چاکلیٹ اٹھائی۔ لڑکی نے چاکلیٹ واپس لینے کے لیے عجوبہ کے ہاتھ پر کاٹا رقیہ سے اپنی دوست کی شان میں یہ گستاخی برداشت نہ ہوئی اور اس نے اس لڑکی کی چٹیا ہاتھ میں لپیٹ کر اسے گول گول گھمایا۔

کرن کی بہن جس کی یہ چیزیں تھیں وہ منہ پہ ہاتھ رکھے صحن میں لگا بغیر ٹکٹ کا تھیٹر دیکھنے لگی۔ کرن کی منجھلی بہن نے بیگ سے موبائل نکال کر انکی پوری ویڈیو بنائی۔ شہر سے آئے باقی دور دراز کے رشتے دار بھی منہ کھولے انکی لڑائی دیکھنے میں مصروف تھے۔ سب ان کو چھڑوانا بھی چاہتے تھے مگر ساتھ ہی مزہ بھی لے رہے تھے۔ رقیہ نے اسکو اس وقت تک گھمایا جب تک عجوبہ ساری چیز لے کر چمپت نہ ہوئی۔

رقیہ کی مضبوط گرفت اور چکروں سے وہ لڑکی وہیں ڈھیر ہو گئی اور رقیہ بھاگ کر عجوبہ کے پیچھے اسی درخت کے پاس پہنچی، جہاں کرن کے آنے سے پہلے وہ دونوں گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کرتی تھی اور چیزیں کھاتی تھی الغرض یہ انکا مورچہ تھا جہاں ان کے خوف سے دور دور تک کوئی نہیں پھٹکتا تھا۔ آج اتنے دنوں بعد وہ دونوں وہاں بیٹھ کر ٹافیاں کھانے اور قہقہے لگانے لگیں۔

گھر میں پنچایت کا سماں تھا۔ صبح ہوتے ہی شکور کے ابا گاڑی بھر کر مہمانوں کے ساتھ آن دھمکے تھے۔

عجوبہ کے بھی وہ گاؤں والے ناراض ہو کر دوبارہ نہ آنے کا بیان جاری کر کے گئے تھے، سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی ٹپک گئے تھے۔ صحن میں شکور کے اماں ابا اپنے اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ موجود تھے۔ عجوبہ کے سب گھر والے اور رشتے دار بھی موجود تھے۔ چوہدری صاحب پنچایت کا لازمی جز بنے بیٹھے تھے۔ انکی بیٹی صوفی کے نیچے کان لگائے بن بلائے مہمان کی طرح چپکی بیٹھی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ رشتے دار مسئلہ سلجھانے نہیں الجھانے آئے ہیں۔ کسی ایک بات پہ اتفاق رائے ہونا کشمیر آزاد کرانے کے مترادف ہو گیا تھا۔ شکور کے ابا بات کرتے کرتے بار بار اپنی لاٹھی زور سے زمین پہ مارتے تھے جو سیدھی چوہدری کی بیٹی کے لگتی تھی۔ بیٹی چوہدریوں کی تھی اور کام سارے عجوبہ والے ہی تھے۔ شکور کی اماں نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ آپ عجوبہ کی مہندی پہلے کر لیں ہم بعد میں کر لیں گے ہمیں کوئی اعتراض نہیں مگر شکور کی خالہ کو یہ بات قطعاً پسند نہ آئی۔ ان کا خیال تھا کہ لڑکے والے ہونے کے ناطے ان کا شملہ اونچا ہونا چاہیے اور شکور کا ہر فنکشن عجوبہ سے پہلے ہونا چاہیے۔ عجوبہ کی دونوں خلائیں بھی خلائیں مخلوق سے کم نہ تھیں۔ چھوٹی تو مانو بنی بنائی عجوبہ، بلکہ عجوبہ کی بڑی بہن لگتی تھی۔ البتہ بڑی خالہ نے بھی کوئی بڑے پن کا مظاہرہ نہ کیا اور شکور کی خالہ اور پھوپھی کو بے نقط سنائی، ٹھنڈ تو شکور کی اماں کے کلیجے میں بھی بہتری پڑی مگر ظاہر نہ کیا۔ البتہ دو گھنٹوں کی بحث کے بعد طے یہ پایا کہ ایک دن تقریب لڑکی والوں کے گھر ہوگی اور سب یہیں جمع ہونگے اور ایک دن لڑکے والوں کے گھر۔ یعنی پہلے عجوبہ کی مایوں پھر شکور کی مہندی اس کے بعد عجوبہ کی مہندی اور آخر پہ بارات، جو لڑکی والے خود لڑکے کے گھر لے کر جائیں گے۔ ولیمے کا مسئلہ ابھی بھی لڑکارہ گیا تھا کیونکہ شکور کے ابا نجوسی پہ اتر آئے تھے۔ خیر عجوبہ کے خالو نے بڑے پن کا مظاہرہ کیا اور ولیمے کی بات کو دبانایا بہتر سمجھا۔ البتہ اماں کو اس ترتیب پہ اعتراض تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جب اتنی تقاریب ہو گئی تو انکی لاڈلی بیٹی ضرور کوئی گل کھلائے گی، جس کا اثر براہ راست رشتے پہ پڑے گا۔ انہوں نے سب سے پہلے نکاح کرنے کا مطالبہ رکھا۔ شکور کی اماں کی تو سن کر ہی بانچھیں کھل گئیں۔ ابا کو بھی بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا کیونکہ بھی اماں سے پوری طرح متفق تھے۔ شکور کی خالہ اور پھوپھی کے بھی کلیجے میں ٹھنڈ پڑی کہ آخر کار شادی کا آغاز ان کے گھر سے ہی ہو رہا تھا۔ تین گھنٹوں کی طویل سرکھپائی کے بعد دونوں فریقین راضی خوشی چائے پی رہے تھے۔ عورتوں کے کپڑے اور

جو توں پر تبصرے زور و شور سے جاری تھے جب کہ مرد حضرات انتظامات کے حوالے سے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ کرن جو کھڑکی میں لٹکی سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی اسکی نظر چوہدری کی بیٹی پہ پڑی جو صوفے کے نیچے پھنس گئی تھی نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا اور شکور کے ابا سے دھڑا دھڑا لٹھیاں کھا رہی تھی اور اب بیٹھی مجلس کے اختتام کا انتظار کر رہی تھی۔

کرن کی اماں (عجوبہ کی سب سے بڑی خالہ) اس سارے تماشے سے دور ہی رہی۔ وہ جب سے آئی تھی حیران کم اور پریشان زیادہ تھی۔ ان کی کرن کی ہر حرکت پہ کڑی نظر تھی کہ کہیں کرن بھی عجوبہ اور رقیہ کے ساتھ رہ کر ان کے جیسی نہ ہو گئی ہو۔

کرن کی دونوں بہنیں بھی پہلی بار گاؤں آئی تھی اور جی بھر کر یہاں کا لطف کر رہی تھی اور پچھتا رہی تھی کہ انہوں نے پہلے کرن کے ساتھ آنے سے منع کیوں کیا۔

جب سے کرن کی بہنوں نے اپنے بڑے بڑے موبائل نکال کر رقیہ کی مووی بنائی تھی، چوہدریوں کے لڑکے کی دھوم کم ہو گئی تھی۔ تین تین موبائل اکٹھے دیکھ کر لڑکے سے رخ پھیر کر کرن اور اسکی بہنوں کی طرف کر لیا تھا۔ لڑکیوں اور بچوں کا جھمگٹا کرن کی منجھلی بہن کے گرد لگا ہوا تھا جبکہ کرن کی چھوٹی بہن صبح سے گھر سے غائب تھی۔

شکور کے گھر میں آفت برپا تھی کسی نے اسکی اکلوتی بھابی کے کپڑے جلادے تھے اور اب وہ پورے گھر کو آگ لگانے کا ارادہ رکھتی تھی۔ وہ شہر سے اپنے شوہر جو کہ شکور کا قریبی دوست تھا کے ساتھ پہلی دفعہ گاؤں اور گاؤں کی شادی دیکھنے شوق سے آئی تھی اور ان کے پندرہ ہزار والے سوٹ پر کسی نے اپنا ہاتھ صاف کر لیا تھا۔ اب وہ سٹور میں کھڑی سب لڑکیوں کے نئے جوڑے جو وہ کل نکاح کے لیے لے کر آئی تھی ان کا قینچی سے تیاپانچا کر رہی تھی۔

شکور اپنے دوستوں کے ساتھ اپنی خریداری کے لیے شہر گیا ہوا تھا۔ ابا نے فون کر کے اسے بتا دیا تھا کہ شادی کی تمام تقاریب دو دن بعد شروع ہوں گی تب تک وہ آرام سے اپنی تیاری مکمل کرے۔

ابا کے لیے جو اصل ماہ تھا وہ یہ کہ دو دن تک اتنے انوکھے مہمانوں کو سنبھال کر رکھنا تھا جو نظر بچتے ہی کوئی نہ کوئی کارنامہ سرانجام دے دیتے تھے اور پھر فخر یہ اعلان بھی کرتے تھے ابھیں تو انہیں یہ نہیں پتہ تھا کہ وہ گھر پہنچیں گے تو وہاں کیا ہنگامہ برپا ہو گا۔ گاؤں والوں

کی تو چلو خیر تھی مگر شہری بھی ان سے کسی طور کم نہ تھے۔ آج پتہ چلا تھا کہ ان کے اندر بھی ایک پینڈو چھپا تھا۔

عجوبہ اور رقیہ صبح ہوتے ہی اپنے پیڑ کے ساتھ چٹ گئی تھی انہیں گھر میں ہونے والی کسی گفتگو میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ آج انہوں نے گاؤں کے ایک بزرگ کی دکان سے پہلی بار بسکٹ چرائے تھے جو انہیں کافی لذیذ لگے تھے ورنہ اس سے پہلے وہ صرف ٹافیاں ہی چراتی رہی تھی۔ کرن اور اسکی بہنوں کے توسط سے انہیں دو دفعہ چاکلیٹ کھانی بھی نصیب ہو گئی تھی۔ ابھی وہ بسکٹوں کے ساتھ انصاف کر ہی رہی تھی کہ وہی رات والی لڑکی اچانک سے نمودار ہوئی۔

"وہ ڈیکھ ڈوباڑہ آگئی وہ، جس کی تو نے رات کو ڈھلائی کی تھی۔" عجوبہ نے رقیہ کی توجہ اسکی جانب کرواتے ہوئے۔

"لگتا ہے دوبارہ چوٹی کھنچوانے کا شوق ہو رہا ہے" رقیہ اسے کڑے تیوروں سے گھورے بولی۔

"ارے نہیں میں تو تم لوگوں سے دوستی کرنے آئی ہوں۔ یہ لو، یہ چاکلیٹ کے لو اور مجھ سے دوستی کر لو" اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی بڑی سی چاکلیٹ رقیہ کی طرف بڑھائی جو اس نے جھپٹ کر جلدی سے اپنے سامنے زمین پہ رکھ لی۔

"ہاں ٹھیک ہے! ابھی گھر جاؤ۔ گھر آ کر دوستی کریں گے تم سے" رقیہ نے اسکو وہاں سے بھگانا چاہا۔

ابھی وہ دونوں آخری بسکٹ کو توڑ کر آدھا آدھا کھا رہی تھی کہ چاکلیٹ سرک کر چند انچ دور ہوئی لیکن دونوں نے ہوا کا کارنامہ سمجھا۔ جیسے ہی رقیہ نے چاکلیٹ اٹھانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا چاکلیٹ مزید سرک کر دور ہو گئی۔

"ارے یہاں کوئی بھوت تو نہیں آگیا۔ یہ چاکلیٹ خود بخود ہم سے دور کیوں بھاگ رہی ہے" رقیہ نے عجوبہ کو دیکھ کر استفسار کیا۔

"میں تو کہتی ہوں بھاگ لیتے ہیں کوئی سچ مچ کی چریل ہوئی تو پھر" عجوبہ کا خود سے برا حال تھا۔

"چل بے چل مفت کی چاکلیٹ نہیں چھوڑنی میں نے، دیکھ لیتی ہوں جن بھوت کو بھی" رقیہ بول کر چاکلیٹ اٹھانے کو آگے بڑھی جو تیزی سے اسکی گرفت سے نکلی اور وہ خود منہ کے بل نیچے گری۔ چاکلیٹ کچی سڑک پہ تیزی سے آگے سرک رہی تھی اور عجوبہ اور رقیہ اسکے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ کرن کی چھوٹی بہن سڑک کے ساتھ جھاڑیوں میں چھپی، چاکلیٹ پر دھاگہ باندھا کر آگے گھسیٹ رہی تھی اور وہ دونوں سرپٹ پیچھے دوڑ رہی تھی۔ وہ لڑکی بھی کرن کے ساتھ تھی۔ وہ دونوں ان کے باولے پنہ تالیاں مار

مات کرہنس رہی تھی۔ وہ لڑکی پہلے عجوبہ کی دوست تھی مگر رقیہ کے ملنے کے بعد عجوبہ اسے بھول گئی تھی رقیہ نے بھی اس پہ اپنی رقابت کی بھڑاس نکالی تھی۔ گھر کے پاس پہنچتے ہی کرن کی بہن نے پورا دھاگہ کھینچ کر چاکلیٹ اٹھا کر بھاگ گئی اور عجوبہ اور رقیہ دونوں جھاڑیوں میں چاکلیٹ تلاش کر کے تھک ہار کر گھر پہنچی۔ ان دونوں کے رنگ ایسے پیلے پڑے تھے جیسے کسی بھوت کو دیکھ لیا ہو۔ ان کا پکائی تھاکہ ہونہ ہو یہ کسی چڑیل کا ہی کام ہے۔ آئندہ اس درخت کے پاس نہ جانے کا مصمم ارادہ کرتے انہوں نے یہ بات سب کو بتائی۔ کرن جانتی تھی کہ یہ کارنامہ جس کا ہو سکتا ہے اس نے ہنسی خبا کر اپنی بہن کو دیکھا جو کندھے آچکا کر رہ گئی۔ وہ دونوں رضائی میں دبکا کر آل تو جلال تو کا ورد کرنے لگیں۔

کرن نے اسے صحن میں لگنے والی پنچایت سے آگاہ کیا ساتھ یہ بھی بتایا کہ تقاریب کا آغاز دو دن بعد سے ہو گا جس کو سن کر عجوبہ اچھلی۔

"ہیں۔۔۔ ڈوڈن بعد؟؟ آپا!! تم اماں کو کہو آج ہی رخصتی کڑیں میں نے نہیں رٹھنا یہاں بس۔۔۔"

عجوبہ نے ایک اور فیصلہ سنایا جس پر اماں نے بغیر مہمانوں کا لحاظ کیے دروازے سے ہی جوتی کھینچ کر ماری جو کسی جنگی طیارے کی طرح سیدھی اس کے سر پہ لگی اور زبان کو بریک لگی۔ کرن کی بہنوں کا بے ساختہ قہقہہ گونجا۔

شام ڈھلے کہیں جا کر عجوبہ کی کپکپی اتری اور وہ رضائی سے باہر نکلی اب اسے خریداری کی پڑگئی تھی، کیونکہ گاؤں والوں میں باتیں جاری تھی کہ عبدالشکور کے گھر والے خالی ہاتھ ہی آگئے، نکاح کے کپڑے بھی لے کر نہیں آئے۔

عجوبہ کی چھوٹی خالہ نے عجوبہ کو جی بھر کر پٹیاں پڑھائی تھیں جس پہ اسے نکاح والے دن عمل کرنا تھا۔ ساتھ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ابھی سے کسی کو نہیں بتانا ورنہ مسئلہ ہو جائے گا۔

عبدالشکور کے گھر میں ہنگامہ برپا تھا۔ کسی نے سب لڑکیوں کے کپڑوں پر قینچی سے خوبصورت و نفیس نقش و نگار بنا دیے تھے۔ کسی کا بھی جوڑا پانچ ہزار سے کم کا نہ تھا۔ اس کی بھابی جن کا یہ کام تھا میسنی بنی اپنا دوسرا جوڑا جو وہ نیا خرید کر لائی تھی پہ استری کرنے میں مگن تھی۔ عبدالشکور کی خالہ کی بیٹی کا کچھ کچھ ماتھا ٹھنکا اور اس نے باقی کزنز کے کانوں میں کھسر پھسر کی اور سب مل کر ہاتھ دھو کر بھابی سے

لڑنے پہنچ گئیں۔ کیونکہ وہ سب تو گاؤں کی سیر کو نکلی تھی صرف بھابی گھر پہ تھی یا نوکرانی چونکہ نوکرانی کی اتنی ہمت نہیں تھی تو یہ کارنامہ انہیں کاہو سکتا تھا۔ وہ انہیں پینڈو گردان کران کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ اب چوہیا کی طرح ان پنچے جھاڑے بلیوں سے جان چھپاتی پھر رہی تھی۔

کرن کے ہاتھ جب سے موبائل لگا تھا اس نے اپنی تمام سہیلیوں اور کزنوں کو دعوت دے ڈالی تھی۔ شاپنگ بھی وہ نکاح کے لیے خود جا کر کروا رہی تھی۔ گاؤں سے سامان ٹرک پہ لوڈ ہر شہر جا رہا تھا وہ سب بھی اسی میں گھس کر شہر پہنچ گئی تھی۔ اس دفعہ کرن کے ساتھ اسکی بہنیں کزنیں اور گاؤں کی لڑکیاں بھی موجود تھی۔ رقیہ کا مطالبہ تھا کہ اس نے اسی مال جانا ہے جہاں سے انہوں نے منگنی کی شاپنگ کی تھی مگر کرن میں عبدالشکور جتنا حوصلہ نہیں تھا سو اسنے کسی ایسی ویسی جگہ لے جا کر ہی ٹرخانے کا سوچا۔ ابھی اس سے پہلے کہ وہ کسی بازار کی طرف بڑھتی رقیہ کو عبدالشکور کی گاڑی نظر آئی۔

"اوو کیکھ عجبہ لاٹری لگ گئی آج تو، عبدالشکور بھیا بھی یہیں آئے ہوئے ہیں۔ میں بھی سوچ رہی تھی میرے پاس تو بس دو سو روپے ہیں اس میں کیا شاپنگ ہوگی۔ چل ان سے چل کر پیسے مانگتے ہیں۔"

کرن چونکہ ان سے دور اپنی بہنوں اور کزنوں کے ساتھ مصروف تھی اسی لیے ان کی چہ مگوئیاں نہ سن سکی۔

رقیہ، عجبہ، اسکی دوست عجبہ، چوہدری کی بیٹی اور وہ لڑکی جسکی کل اس نے بینڈ بجائی تھی، اور گاؤں کی دوسری اور لڑکیوں کو لے کر عبدالشکور کو ڈھونڈنے میں مصروف ہو گئی۔

قریبی ایک دکان میں وہ اپنے دوستوں کے ساتھ دکاندار سے باتوں میں مشغول تھا کہ وہ سب اس کے سر پہ پہنچی۔ عجبہ نے تو اسے دور سے دیکھ کر ہی اپنے مایوں کے پیلے جوڑے کے بڑے سے پیلے ڈوپٹے سے لمبا سا گھونگھٹ ڈال لیا تھا۔ رقیہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے گھسیٹتے ہوئے عبدالشکور تک پہنچی اور پیچھے سے اسے آواز دی۔ اچانک بھونچال پر ان سب نے مڑ کر دیکھا تو لڑکیوں کی پوری فوج موجود تھی عبدالشکور نے دیکھتے ہی منہ چھپانے کا سوچا مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی وہ سب بدوق سے نکلی گولی کے مصداق نہ صرف اسے دیکھ چکی تھی بلکہ اچھے سے پہچان بھی چکی تھی۔

"چلیں چلیں اب منہ نہ چھپائیں بھائی ہم نے دیکھ لیا ہے آپکو" رقیہ نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

دکاندار ہونقوں کی طرح کبھی شکور کو تو کبھی عجوبہ کو گھونگھٹ میں دیکھ رہا تھا، اسکی اچھی خاصی ساخت تھی شہر میں یہ تو کسی نے نہیں سوچا تھا کہ وہ کسی پینڈو لڑکی سے شادی کرے گا کیونکہ اسکا انداز نہایت مہذب اور زبان بھی شائستہ تھی پہلی دفعہ مل کر کوئی بھی پہچان نہیں سکتا تھا کہ وہ صرف پانچویں پاس ہے۔

"تم لوگ یہاں کیسے؟" فرط حیرت میں صرف وہ اتنا ہی کہ سکا۔

"بتاناں شاپنگ کڑنے آئے ہیں ہم یہاں" عجوبہ نے گھونگھٹ میں سے ہی رقیہ کا بازو دبوچا۔

عبدالشکور کی اس پہ نظر اب پڑی تھی ورنہ وہ کوئی اور سمجھ کر اسے نظر انداز کر رہا تھا۔

"ہم آپ سے پیسے مانگنے آئے ہیں۔ کتنے کنجوس ہیں آپ؟ اس دفعہ شاپنگ بھی نہیں کروائی۔ میں پچھلی دفعہ کی طرح پورے دس ہزار کا جوڑالوں گی بس" رقیہ نے منہ بسور کر مسکین صورت بنا کر اپنا مدعا بیان کیا جس پہ کسی کو بھی ترس آجائے وہ تو پھر شکور تھا۔

اس نے اپنا کارڈ نکال کر رقیہ کی طرف بڑھایا اور جلدی سے جان چھڑائی۔

"نہیں یہ نہیں چاہیے ہمیں، ہمیں پیسے چاہیے" رقیہ نے کارڈ کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"ارے رقیہ اس میں سے ہی پیسے نکلتے ہیں۔" چوہدری کی بیٹی کو کچھ کچھ اندازہ تھا اسکا شہر آنا جاننا ہوتا تھا۔

"ہیں اس میں سے پیسے نکلتے ہیں؟؟؟" رقیہ کی آنکھیں پھیلیں۔ "کہاں سے نکلیں گے؟" اس نے خود سے سرگوشی کی۔

عجوبہ نے اسکے ہاتھ سے کارڈ چھپٹا اور دانتوں میں دبا کر اسے کھولنا چاہا اور عبدالشکور کو دیکھ کر شرماٹے شرماٹے اسکا آدھا کارڈ کھا

گئی۔ جب اس نے کارڈ منہ سے نکالا تو وہ اسکے کونے کتر چکی تھی۔ یقیناً وہ اب شکور کے بھی کسی کام کا نہیں بچا تھا۔ شکور کے دوست اور کزنز انہیں مرتج کی مخلوق سمجھ کر گھور رہے تھے، وہ نہیں جانتے تھے کہ یہ گھونگھٹ میں انکی ہونے والی بھابی ہے ورنہ انہوں نے وہیں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جانا تھا شکور کی قسمت پہ۔

اس نے گہری سانس بھری اور تھمل سے رقیہ کو کارڈ کا استعمال سمجھایا اتنے میں کرن بھی انہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہاں پہنچ گئی۔ کرن کو دیکھ کر اس نے کلمہ شکر ادا کیا۔ جیب سے ایک اور کارڈ نکال کر انکی طرف بڑھایا اور خود ان سے معذرت کر کے وہاں سے چلتا بنا۔

ان سب نے دل بھر کر شکور کے پیسوں سے شاپنگ کی اور اس وقت تک گھر نہیں آئیں جب تک پیسے ختم نہیں ہو گئے۔ وہ دودو سو روپے جو وہ گھر سے شاپنگ کے نام سے لائی تھی اس کی آخر پہ سب نے چاٹ کھالی اور کہانی ختم پیسہ ہضم کر کے گھر کی راہ لی۔

ابھی بھی نکاح میں ایک دن باقی تھا جو انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیسے گزاریں۔ انکا ارادہ نہر پہ جا کر گھومنے پھرنے کا تھا لیکن اماں اور بڑی بوڑھیوں کا کہنا تھا کہ عجوبہ کو لے کر نہیں جانا۔ اب عجوبہ کے بغیر وہ سب کیسے جاسکتی تھی سو گھر میں ہی دہکی بیٹھی رہی۔ دودھ پلائی، جو تا چھپائی کے پیسوں کر لے کر وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگی رقیہ کا کہنا تھا کہ وہ اکلوتی دوست ہے عجوبہ کی اس لیے پیسوں پر صرف اسکا حق ہے جبکہ باقی دوستوں کا کہنا تھا کہ وہ دور دراز گاؤں سے گھاس کھودنے نہیں آئی سو پیسے تو وہی سب لیں گی۔ جھگڑا بڑھتا دیکھ کر اماں نے سب کو ڈانٹ کر چپ کر وایا اور صاف انکار کر دیا کہ کوئی فالتور سم نہیں ہوگی۔

عبدالشکور تھکا ہارا گھر پہنچا تو وہاں ایک نیا پھڈا اسکا بازو پھیلائے انتظار کر رہا تھا۔ ایک طرف دوست تھا تو دوسری طرف کزنز۔۔ ان سے بچنے کے لیے اس نے شہر سے ایک بوتیک کی مالکن کو گھر ہی بلا لیا۔ سب نے اپنے اپنے مرضی کے جوڑے آرڈر کیے۔ مگر جب پیسوں کی باری آئی تو کارڈ ندرد۔ ایک تو عجوبہ نے کسی کام کا نہیں چھوڑا تھا دوسرے کے بھی بار بار اسے پیغامات وصول ہو رہے تھے جواب مکمل طور پر خالی ہو چکا تھا۔ اس نے اس نئے مسئلے سے اماں ابا کو آگاہ کیا۔ اماں نے اپنے پرانے صندوقچے میں سے جوڑے رکھے ہوئے چند نئے پرانے نوٹ درآمد کیے۔ ابانے بھی اپنی جیبیں جھاڑیں تب بھی پیسے مکمل نہ ہوئے اور وہ بوتیک والی پیسوں کے بدلے یہ عجیب و غریب شادی دیکھنے وہیں رک گئی۔ لاکھوں کے مالک عبدالشکور اور اسکے ابا کو ان لڑکیوں نے ایک دن میں ہی دیوالیہ کر دیا تھا ابھی تو پوری شادی باقی تھی۔ بڑے حوصلے سے دودن تک دونوں خاندانوں نے ان عجائب گھروں میں رکھنے کے قابل رشتہ داروں کو اپنے گھر رکھا۔

اللہ اللہ کر کے نکاح کا دن بھی آن پہنچا۔ دونوں گھروں میں معمول سے زیادہ گہما گہمی تھی۔

شہریار کے دوستوں نے اس کے گھر کو دلہن کی طرح سجایا تھا۔

لڑکیاں رنگ برنگے لباس میں دس دس روپے والے چوزے لگ رہی تھیں۔ لڑکے بھی کسی سے کم نہ تھے وہ سب بھی دیسی مرغ بنے پھر رہے تھے۔

عجوبہ کے ابا نے صبح سے ہی افراتفری مچا رکھی تھی کسی کو بھی ڈھنگ سے تیار نہ ہونے دیا۔ ابا کا خیال تھا کہ بارات اتنی دور جانی ہے تو صبح سویرے ہی نکلنا چاہیے تاکہ وقت پر پہنچ سکیں۔

کرن نے عجوبہ کے لیے گولڈن فراق خریدی تھی جو وہ زیب تن کیے بیٹھی تھی۔ اسکی شہر سے آئی ایک کزن نے بیوٹیشن کا کورس کر رکھا تھا۔ اس نے ہی عجوبہ کو تقریب کے حساب سے تیار کیا۔

رقیہ بھی سبز گھاگرا پہنے سب سے پہلے تیار بیٹھی تھی۔

عجوبہ دلہن بن کر ضد لگائے بیٹھی تھی کہ مہندی بھی ابھی لگوانی ہے جبکہ کرن کا کہنا تھا کہ ابھی لال مار کر لگواؤ مہندی کل لگوا لینا۔

کرن نے زبردستی اس کے ہاتھ پر لال مار کر سے گول ٹکلیا لگائی جو اسے قطعاً پسند نا آئی۔ اسکا کہنا تھا کہ اسے مہندی پورے ہاتھ پر لپینی ہے۔ اپنے خالی ہاتھ اسے بہت برے لگ رہے تھے۔ کہاں وہ رشتے داروں کی شادیوں پر بھی پورے ہاتھ پیر لپ کر جاتی تھی اور کہاں اپنی شادی پر اسے مہندی نصیب نا ہو رہی تھی۔

آخر کار سب لڑکیاں تیار ہوئیں اور بارات اپنی منزل پر جانے کو تیار ہوئی۔

جانے سے پہلے عجوبہ کی طرف سے ایک نیا شوشہ آیا کہ سبکو ساتھ لے کر ایک ہی گاڑی میں جانا ہے۔

چوہدری صاحب کے گھر سے منگو آئی گئی سپیشل گاڑی واپس کروانی پڑی اور فٹائٹ ایک بغیر ہوڈ کی سوزو کی کا انتظام کیا گیا۔

عجوبہ اپنی فراق سنبھالے چو کڑی مار کر درمیان میں بیٹھی اور باقی سب سہیلیاں اور کزن اس کے آس پاس بیٹھ گئیں۔

لد لدا کر گاڑی شیخوپورہ کی طرف روانہ ہوئی۔

البتہ چوہدری صاحب اور انکی بیگم اپنی ذاتی گاڑی میں بیٹھے اور ساتھ عجوبہ کے اماں ابا کو بھی بٹھایا۔

چوہدری صاحب کی بیٹی کو کہیں جگہ نالی تو وہ کار کی چھت پر ہی بیٹھ گئی اب جانا تو تھا نا ا۔

آس پاس دوسرے گاؤں سے گزرتے سب نے یہ تماشا بصد شوق دیکھا۔

جب وہ لوگ شیخوپورہ پہنچے تو شہریار کے دوست اور کزن پہلے ہی استقبال کے لیے موجود تھے۔ ایسے عجیب و غریب باراتیوں کو دیکھ کر سب کا جناتی قہقہہ چھوٹا۔

ان سے تو پہلے ہی یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ لڑکی والے خود بارات لے کر آرہے ہیں اور بارات بھی ایسی انوکھی جو سوزو کیوں اور ٹیڑوں پر آرہی ہے اور دلہن خود کامدار ڈوپٹے سے گھونگٹ ڈالے سوزو کی کے بیچ بیٹھی ہے۔

اپنی ہنسی کو بامشکل دباتے وہ مہمانوں کو پچھلے صحن کی طرف لے کر گئے جہاں نکاح کے لیے مہمانوں کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔ شہریار بھی سفید شلوار قمیض پر آف وائٹ واسکٹ پہنے پہنچ چکا تھا۔

اب صرف نکاح کے لیے مولوی صاحب کو انتظار تھا جو ساتھ والے گاؤں میں کسی کا جنازہ پڑھانے گئے ہوئے تھے۔

کچھ ہی دیر میں مولوی صاحب کے تشریف لانے کا شور بلند ہوا۔

شہریار نے مولوی صاحب کو لے کر سٹیج پر بٹھایا اور خود ہاتھ دھو کر آکر پھر بر اجمان ہوا یہ سب گھونگٹ کے اندر سے دیکھتی عجوبہ نے منہ بسور اور خود اپنے ہاتھوں کے ناخنوں پر لگے خون کو دیکھا جو کسی کو متوجہ ناپاتے اس نے اپنی جوؤں کا قتل کیا تھا۔ عجوبہ کو بھی الگ سے لال چنری اوڑھ کر بٹھایا گیا۔

اس سے پہلے کہ مولوی صاحب نکاح کے کلمات شروع کرتے عجوبہ ایک دم سے گھونگٹ سے سر نکال کر کھڑی ہوئی۔

"ابا ا میں نے نہیں کرنا نکاح۔۔۔ پہلے میرا خرچہ تو لکھواؤ"

"ہاں بیٹا سو روپے لکھوائے ہیں ماہانہ"۔۔۔ شہریار کی اماں نے پر شفقت انداز میں اسے تسلی دی۔

"پرس؟؟؟ سو روپے کیا کڑوں گی میں۔۔۔ مجھے تو چیز چاہیے چیز"۔۔۔ عجبہ اپنی ضد پر قائم تھی۔

"سو روپے میں بہت چیز آجاتی ہے۔۔۔ جو دل کرے منگو لینا"۔۔۔ شہریار کے ابا نے بھی اسے تسلی دینا چاہی

"نانا میں نا آنے کی جھانسنے میں ابا مجھے تو چیز ہی چاہیے۔۔۔ بعد میں مکڑ گیا تو میں کیا کڑوں گی۔۔۔ مجھے تو یہاں کی دکانوں کا بھی نہیں

پتہ۔۔۔ بچوں کا بھی نہیں پتہ کھلتے ہوئے چیز کھاتے کے نہیں کہ ان سے ہی چھین لو۔۔۔ عجبہ حیرت کی زیادتی سے دیدے پھاڑ کر بولی۔

اماں تو ہمیشہ کی طرح اسے لعن طعن کرنے میں مصروف تھیں البتہ ابا اتنی بے عزتی پر بھی خاموش تھے۔

"ٹھیک ہے مولوی صاحب آپ لکھ دیں جو بچی کہ رہی ہے وہی"۔۔۔ شہریار کے ایک رشتہ دار نے بات کو سمیٹتے ہوئے کہا۔

ہاں ہاں لکھوانگل۔۔۔"

۱۰

ٹوپے کے پاڑ

۱۰

ٹوپے کے بسکٹ

۲

لولی پوپ

۱۰

بلس

ٹافٹاں

یہ بتا کر عجوبہ شہریار سے مخاطب ہوئی۔۔۔

"ہاں بئی شیر و چل بتا کتنے پیسے ہو گئے یہ۔۔۔ ساتھ ہی اس نے خود بھی انگلیوں پر انصاف کرنا شروع کیا

"۱۰۔۔۲۰۔۔۳۰"

پھر دوبارہ سے شروع کیا

"۱۰۔۔۲۰۔۔۳۰"

ہر بار لولی پاپ پر آکر اٹک جاتی۔ اس نے رقیہ کو ٹھوکا دیا۔۔

"اے رُوقیہ! یہ لولی پاپ کتنے کا ہوتا ہے؟"

"مجھے کیا پتہ۔۔ میں نے خود آج تک چھین کر ہی کھائے ہیں۔۔ رقیہ غصے سے بولی۔

سارا گاؤں عجوبہ کے نکاح پر لگایا تماشہ دیکھنے میں مصروف تھا۔ جو بندر کے تماشے سے زیادہ دلچسپ تھا۔

"جلدی کیجیے میں نے ایک اور جگہ بھی جنازہ پڑھانے جانا ہے۔۔۔ مولوی صاحب کوفت سے بولے۔

"ہاں تو انکل پہلے پڑھا آئیں نا جنازہ ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے ابھی حساب کڑناڑ ہوتا ہے۔۔۔ عجوبہ اطمینان سے صوفے پر بیٹھ کر بولی۔

شہریار نے بلاوجہ کا تماشہ بڑھتے دیکھ کر مولوی صاحب کے ہاتھ سے نکاح نامہ جھپٹا اور اس پر لکھی چیزوں کے پیسوں کا حساب کیا۔

"کل اسی روپے بن رہے ہیں۔۔۔ یہ بول کر کاغذ اس نے واپس مولوی صاحب کی طرف بڑھایا۔

"اور کیا لکھوں؟؟ ۱۰۰ روپے پوڑے بھی تو کڑنے ہیں۔۔۔ عجوبہ خود سے بڑبڑائی۔

"چاکلیٹیں لکھوادے چاکلیٹیں وہی جو کرن باجی شہر سے لائی تھی"۔۔۔ رقیہ ایک دم پیچھے سے دھپ مار کر جوش سے بولی۔

اللہ اللہ کر کے سو روپے پورے ہوئے اور مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا۔

ابھی اس سے پہلے کہ عجبہ اقرار کرتی ایک عورت اپنے ساتھ جو ان لڑکے کو لیے دہائیاں دیتی اندر آئی

"ہائے بیڑہ تر جائے اپنی ہیرے جیسی بچی غیروں میں بیاہ رہے

میرا جو ان پتر انکو نظر نہیں آیا

ہائے خاندان کا منڈا نظر نی آیا

اپنوں کو منہ وی نی لگایا"

یہ عجبہ کی پھپی تھیں جنہیں کسی نے بھی ان کے انہیں ڈراموں کے وجہ سے دعوت نہیں دی تھی۔

ان کے پیچھے انکا چمپو بیٹا کھڑا دانت نکالے دوسری لڑکیوں کو تاڑ رہا تھا۔

رقیہ بھی اسے دیکھ کر اپنے پیلے دانتوں کی نمائش کر رہی تھی۔

پھپی کا کلیجا ابھی بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔

ہائے میری سگھڑ بچی کس کو دے دی۔۔۔ اتنے گن ہے میری بچی میں۔۔۔ پیسے بچاتی ہے۔۔۔ دانتوں سے پیکو کر لیتی"

ہے۔۔۔ چیزیں چھین کر کھا لیتی ہے۔۔۔ کپڑے بھی مانگ کر پہن لیتی ہے۔۔۔ اور تو اور بنا پیسے دیئے بندر کا تماشا بھی دیکھ لیتی ہے۔"

انہوں نے ڈوپٹے کے پلو سے ناک پونچھتے عجبہ کی خوبیاں گنوائی۔

شیر کی اماں نے منہ بنایا انہیں وہ بالکل ڈائن لگی جوانکی بہوپہ نظر لگا کر بیٹھ گئی تھی۔

لڑکے والے عجبہ کی خوبیاں سن کر سکتے میں آگئے۔

"چلو نا پھچی بس کڑو اب نکاح ہونے ڈو میرا۔۔۔ میں تو شیرٹو سے ہی شاڈی کڑوں گی۔۔۔ تمہیں اگر میں اتنی ہی پیاری لگتی ہوں نا تو میٹری پیاری ڈوست رقیہ سے شاڈی کڑاڈو اپنے اس نیولے کی۔۔۔ میٹری ڈوست بھی بلکل میٹری طرح ہے۔۔۔ ساڈی خوبیاں ہیں بس ڈانتوں سے پیکو کڑنا نہیں آتی۔۔۔ بس وہ میں سکھاڈوں گی۔۔۔ بس میٹری شاڈی میں رڈوڑے نا اٹکاؤ"۔۔۔ عجوبہ براسا منہ بنا کر بولی۔

یہ سنتے ہی جہاں پہلے پھچی کا منہ بنا وہیں رقیہ نے بھی شرمانے کی بھرپور ایکٹنگ کرتے اپنا ڈوپٹہ دانٹوں سے کترنے کی کوشش کی جسے کرن نے ہاتھ مار کر چھڑایا۔

پھچی جان بھی اپنے منہ کے زاویے درست کرتی عجوبہ کو بھول کر رقیہ کے صدقے واری جانے لگیں۔

"چلیں بی مولوی صاحب بس کڑیں اب بہت ہو گئے ڈڑامے اب پڑھائیں میٹرا نکاح جلدی اس سے پہلے اب کوئی اوڑ آکر رخنہ ڈالے"۔۔۔ عجوبہ نے مولوی صاحب کو ایسے لتاڑا جیسے انکی طرف سے دیر ہو رہی تھی۔

ابھی اس سے کے مولوی صاحب نکاح کے کلمات ۳ دفعہ پورے کرتے عجوبہ بیچ میں ہی بول پڑی

"ہاں قبول ہے"

قبول ہے

قبول ہے"

"کتنی ڈفعہ ایک ہی بات بولیں گے۔۔۔۔۔ چل بی شیرٹو تو بھی جلدی بول قبول ہے تاکہ سبکا ڈڑامہ مکے اور روٹی کھلے"۔

مولوی صاحب ہونقوں کی طرح اس دلہن کو دیکھ رہے تھے۔

بس یہاں اماں کا پارہ ہائی ہوا تھا اور عجوبہ کو چپیریں مارنے کی خواہش دل میں دباتے مولوی صاحب کو دوبارہ نکاح پر ہانے کا کہا اور ساتھ ہی عجوبہ کو خاموش کرانے کے لیے زبردست گھوری سے بھی نوازا۔

پھر عجوبہ نے بھی بظاہر شرافت کا مظاہرہ کرتے مولوی صاحب کے کلمات مکمل کرنے کا انتظار کرتے تین دفعہ قبول ہے کہا۔

ساتھ ہی مولوی صاحب نے شہریار سے بھی رضامندی لی اور بلا آخر اتنے ڈراموں کے بعد نکاح کا فریضہ انجام کو پہنچا۔ صد شکر کہ دونوں خاندانوں میں سے کسی نے ٹانگ نہیں اڑائی تھی۔

ابھی نکاح کے بعد مبارکباد کا سلسلہ جاری تھا کہ روٹی کھلنے کی اطلاع نے ہر طرف گہما گہمی مچادی جیسے سب آئے ہی اس لیے تھے۔ ان سب میں عجوبہ کی بانچھیں بھی کھل گئیں وہ کرن، رقیہ اور شیر و سب کو راستے سے ہٹاتی میز تک پہنچی۔

کھانے میں مرغی کا قورمہ، سلاد، رائتہ، چنے اور لوبیہ کی چاٹ، مکھنی دال، آلو کی ترکاری، فرنی، نان اور کشمیری چائے تھی۔

اس نے سب کچھ ایک ہی پلیٹ میں تہ باتہ بھر اور فراق سنبھالتی سیٹج پر چڑھ گئی۔ منہ تک بھری ہوئی پلیٹ اس نے شیر و کو پکڑائی اور خود دونوں ہاتھوں سے کھانے میں مصروف ہو گئی۔

ابھی اس سے پہلے کہ عجوبہ سارے کھانے کو ٹھکانے لگاتی، ابھی تو اس نے صرف ایک مرغی کی ٹانگ ہی کھائی تھی کہ مجمعے میں سے ایک لڑکی جو شیر و کی پرانی سہیلی تھی اور اب شہر چلی گئی تھی شہریار کی طرف آئی اور اسے مخاطب کر کے خوشگپیوں میں مصروف ہو گئی۔ شیر و بھی عجوبہ کی طرف سے پیٹھ پھیرے اس سے باتوں میں لگ گیا۔ عجوبہ کو اپنی اہمیت کم ہوتی نظر آئی جو اسے ایک آنکھ نہ بھائی۔ اس نے جلدی سے پلیٹ نیچے رکھی اور قورمے سے لتھڑے ہاتھ شیر و کے سفید کرتے کی آستین سے صاف کیے۔

"سنیے زڑا یہ کون ہے؟ آپ نے مجھے تعارف نہیں کڑوایا اس سے"۔ عجوبہ نے آسکر جیتنے کی ایکٹنگ کرتے ڈوپٹہ دانتوں میں پھنسا کر شیر و کو مخاطب کیا۔

شیر و تو اسکے اس مہذبانہ انداز پہ بے حوش ہی ہونے والا تھا کہ خود کو سنبھال کر جواب دیا۔

"یہ۔۔۔ یہ میری دوست ہے یہیں گاؤں میں رہتی تھی پہلے اب تو شہر میں رہتی ہے"۔ شیر و نے اسکا تعارف کروایا عجوبہ نے ٹیر ہی آنکھ سے گھورا۔

"ہاں اب تو ہم بھی شہر میں رہیں گے ناں"۔۔۔ عجوبہ انگلی پہ ڈوپٹہ لپیٹتے بولی۔ شیر و نے فقط اثبات میں سر ہلایا۔

"اچھا چلیں کھانا کھالیں رُوئی نہ مک جائے کہیں"۔ عجوبہ مزید اکیٹنگ نہیں کر سکتی تھی سو اس کا ہاتھ پکڑ کر میز پہ رکھی پلیٹ کی طرف لے گئی۔ پیچھے شیریں کی دوست بس اس ڈرامے باز کا منہ دیکھ کر منہ بسورتی رہ گئی۔

کھانے کے دوران عجوبہ کن اکھیوں سے ان تمام لڑکیوں کو گھورتی رہی تھی جو خود کو شہریار کی دوستیں یا کزنز بتا رہی تھیں۔ عجوبہ نے ان کا سر سے لے کر پیروں تک تفصیلی جائزہ لیا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے اٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے پر بھی اسکی کڑی نظر تھی۔ آج زندگی میں پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ عجوبہ کے سامنے کھانے کی پلیٹ رکھی ٹھنڈی ہو رہی تھی اور وہ دوسروں کو دیکھنے میں مگن تھی اس سے پہلے تک تو جب بھی کھانا کھلتا تھا اسے اپنے گھر والوں تک کا ہوش نہیں رہتا تھا۔

اسکے سامنے کرسی پر بھی ایک شہری لڑکی بیٹھی تھی جو چیچ کی مدد سے بہت نفاست سے فرنی کھا رہی تھی نہ اسکے ہاتھ گندے ہو رہے تھے نہ منہ یہاں تک کے کپڑوں پر بھی کوئی دھبہ موجود نہیں تھا۔ عجوبہ نے اسکی نقل کرنی چاہی مگر اتنا سارا کھانا نکالنے میں وہ یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ چیچ بھی درکار ہے سو اب چیچ کو دستیاب نہ پا کر اس نے آگے پیچھے دیکھا۔ اسکے ساتھ بیٹھے شیر و کے ہاتھ میں چیچ تھا وہ اس سے نفاست سے چاٹ کھا رہا تھا مجال ہے کہ ایک بھی چنایا لو بیا اسکے منہ سے باہر نکلے۔ عجوبہ نے سامنے بیٹھی لڑکی کو گھورتے شیر و کے ہاتھ سے چیچ جھپٹا، اسکے آگے رکھی فرنی کی پلیٹ اٹھائی اور فرنی کا چیچ بھر کر منہ تک لے جانے کی کوشش کی، لیکن اسی سعی میں چیچ اسکے ہاتھ سے چھوٹا اور آدھی فرنی اسکے کپڑوں پہ گری اور آدھی ہاتھ پہ۔ عجوبہ نے آس پاس دیکھا مگر کوئی اسکی طرف متوجہ نہیں تھا البتہ شیر و اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

اس نے ٹشو اٹھا کر عجوبہ کی طرف بڑھایا جسے کھینچ کر اس نے ٹشو پورے ہاتھ پر مل لیا جس سے فرنی اسکے پورے ہاتھ پہ لپ گئی۔ شہریار نے دوسرا ٹشو اٹھا کر اسکے کپڑوں پہ موجود فرنی کے اوپر رکھ کر آرام سے فرنی کو اٹھالیا۔ عجوبہ اسے منہ کھولے دیکھتی رہی ٹشو کا یہ استعمال تو اسے معلوم ہی نہیں تھا وہ تو ہمیشہ ٹشو پورے ہاتھ پر رگڑ رگڑ کر اپنا صدیوں پرانا میل ہی صاف کرتی تھی۔ شہریار ابھی بھی اسکے منہ کے بگڑے زاویے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"چل بے شیر وڈانت انڈر کڑ تروانے ہیں کیا؟" عجوبہ نے خفت مٹانے کو اسے گھورا جو سارے واقعے کا چشم دید گواہ تھا اور ممکن تھا کہ اسکے جانے کے بعد وہ یہ بات سب کو بتا کر اسکا مذاق اڑاتا۔ آج تک عجوبہ کو عزت بے عزتی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا نہ ہی اسے محسوس ہوئی تھی کبھی مگر آج پتہ نہیں کیوں شیر وکی اتنی تعلیم و تہذیب یافتہ دو سستیں دیکھ کر اسے تھوڑا تھوڑا حسد ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر وہ ان کے جیسے بننے کی خواہش کر رہی تھی۔

"تم رہنے دو تمہارے بس کی بات نہیں ہے یہ تم ہاتھ سے ہی کھالو۔" شہریار نے بھی اسے چڑانے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ عجوبہ نے منہ بنا کر چچچ واپس اسکے سامنے میز پر پٹچا اور اسکی پلیٹ سے ہی چاٹ ہاتھ سے کھانے لگی، مگر دو انگلیوں کی مدد سے قدرے نفاست سے۔

کبھی کبھی ایک آدھ چھو لایا لوبیا ہاتھ سے گر جاتا جسے وہ کن اکھیوں سے دیکھتی اور شہریار کو متوجہ نہ پا کر سکھ کا سانس لیتی۔ اسکی اس جدوجہد پر شہریار کی گہری نظر تھی مگر وہ جان بوجھ کر اسے نظر انداز کر رہا تھا۔ چاٹ ختم کرنے کے بعد ابھی شہریار نے صرف کشمیری چائے کا کپ اپنے سامنے ہی رکھا تھا کہ عجوبہ پورا چائے کا کپ غٹا غٹ چڑھا گئی وہ اسے غیروں کی شادی سمجھ رہی تھی کہ کھانا ایک دفعہ ختم ہونے کے بعد دوبارہ نہیں ملے گا وہ یہ بات بھول گئی تھی کہ یہ اسکی اپنی شادی ہے اور اسکے لیے کھانا ہر وقت دستیاب ہو گا۔ اپنا چائے کا کپ ایک سانس میں چڑھانے کے بعد اس نے شہریار کا کپ دیکھا جو ابھی تک میز پر ہی رکھا تھا اس نے ایک اور چائے کا کپ اٹھا کر اسکے کپ کے برابر میں رکھ دیا اور اسکی پیروی میں آرام آرام سے ایک ایک گھونٹ کر کے پینا شروع کیا۔ آدھے گھنٹے میں جا کر چائے ختم کی۔

شہریار نے اسکی طرف دیکھ کر سرگوشی کی۔

"اب سٹوالوں یہ سب۔" شہریار نے آنکھ سے سامنے کھانے سے بھری میز کی طرف اشارہ کیا جہاں عجوبہ کی بھری ہوئی پلیٹ ایسے ہی رکھی تھی۔

عجوبہ نے شرما کر نیچے دیکھا اور معصومیت سے گویا ہوئی۔

"ابھی تو میں نے روٹی بھی نہیں کھائی۔"

شہریار نے سٹپٹا کر اسکے نظروں کے تعاقب میں دیکھا جو قورمے کی بوٹیوں پہ گڑھی تھی۔

"اوہ!" شہریار نے نفی میں گردن ہلائی جیسے کہ رہا ہو کہ یہ عجوبہ نہیں سدھر سکتی۔

"ان شہریوں کے چکر میں تو بھوک ہی رہ گئی میں پتہ نہیں ان کے پیٹ کیسے بھرتے ہیں، ہونہہہ بھاڑ میں جائیں یہ لوگ" عجوبہ نے منہ بنا کر دل میں سوچا مگر وہ یہ سوچنا بھول گئی کہ اسکا پیٹ تو نہیں ہے لالو کھیت ہے۔

عجوبہ نے سب کی طرف سے منہ پھیر کر روٹی کے ٹکڑے پہ بوٹی رکھی اور پلیٹ بھر کر قورمہ نکال کر کھانا شروع کیا۔ شہریار کے لیے اتنا برداشت کرنا مشکل تھا سو وہ اٹھ کر دوستوں کے ساتھ مشغول ہو گیا۔

آج تو رقیہ نے بھی کھانے کو کم اور اس چپو کو زیادہ دیکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آج سب نے سکون سے کھانا کھایا تھا اور انکی بوٹیاں چرانے والا کوئی نہ تھا۔ کرن بس بیٹھی ان دونوں کو بغور ملاحظہ کر رہی تھی جنکے تیور ایک دن میں ہی بدل گئے تھے۔

کھانا ختم کر کے شہریار گھر کے اندر نل کی طرف بڑھا عجوبہ بھی اسکے پیچھے لپکی۔

"ڑکوڑ کو آج مجھے بھی ہاتھ ڈھونے ہیں۔" عجوبہ نے اسکا بازو پکڑ کر اسے روکا۔ شہریار نے ہونقوں کی طرح اسے دیکھا جو اسکی دوسری آستین بھی سان چکی تھی۔

"اب کیا ضرورت ہے دھونے کی؟" شہریار نے خفگی سے اسے دیکھ کر اپنی آستین کی طرف دیکھا اور اپنی قسمت پہ ماتم کیا کہاں وہ اتنا نفیس لڑکا اور کہاں وہ گندگی سے لبریز مگر عجوبہ اسکی بات سے بے نیاز ہاتھ دھو کر واپس باہر چلی گئی۔

کھانے کے بعد سب نیچے قالین پر ہی تکیے اور گدیاں لے کر براجمان ہو گئے۔ عجوبہ بھی اسٹیج پر ہی ایک کونے میں کرن، رقیہ اور اپنی دوسری سہیلیوں کے ساتھ قالین پر بیٹھ گئی۔ شہریار بھی اپنے دوستوں کے ساتھ نیچے ہی ایک کونے میں جگہ پا کر بیٹھ گیا۔ لڑکے کے رشتہ دار اور لڑکی کے رشتہ دار سب ایسے بیٹھے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں چبالیں گے۔

"چلو بھی چلو ڈھولک تولے آؤ کوئی" رقیہ نے چپو کر دیکھتے ہانک لگائی جو اسکے پیلے دانتوں پہ فدا ہو گئی تھی۔

چٹھا کلٹر بنیرے تے

چٹا کلٹر بنیرے تے۔۔

کالی کالی جواں والی ساڈا لڑکا مر گیا تیرے تے۔

ڈھولک آتے ہی سب سے پہلے شہریار کی پھوپھی نے اپنی بھڑاس نکالی جیسے وہ اسی انتظار میں بیٹھی ہوں۔

روٹی اتے قیماں اے

تسی بھاوے سڑدے روو ساڈا پرسوں ولیمہ اے۔

عجوبہ نے بھی اپنی بے سری آواز میں انہیں آہستہ سے تیلی لگائی۔ اب کی دفعہ شہریار کی پھوپھی کے ساتھ ساتھ خالہ نے بھی ناک بھوں چڑھائی۔

باغاں وچ آیا کرو

کنگی شیشہ میں دیندی آتسی منہ لشکایا کرو۔

شہریار کی بھابی نے جو اسکے بارے میں قصے سن رکھے تھے اسکے مد نظر انہوں نے بھی اپنی طرف سے پھلجڑی چھوڑی۔ عجوبہ نے کنگھی کے نام پہ برا سامنہ بنایا۔

ہاں کوئی کالی چادر دا کوناوےےےےے

بار بار ہتھ کیوں دھوناوےےےےے

رقیہ اپنی دوست کی بے عزتی کیسے برداشت کرتی سو اس نے عجوبہ کی طرف سے شہریار کا عیب گنوا یا ان کی لغت میں تو یہ ناقابل برداشت جرم تھا۔

کوئی پٹا نہ پھٹنا اے اے

جیہڑی آفت پئی پلے دسو کتھوں کتھوں پچنا اے

عجوبہ کی دوست کو بولتے دیکھ شہریار کے دوست کیسے خاموش رہتے انہوں نے بھی شیر و کی طرف سے عجوبہ کی شان میں شعر پیش کیا۔

اساں پکی نیت جے نیتی اے اے اے

اے وی میرا گن ویکھو پیکو دندناں کیتی جے

عجوبہ کہاں چپ رہنے والی تھی اس نے بھی ڈنکے کی چوٹ پر اپنی خوبی گنوائی وہ اسے عام لڑکی سمجھ رہے تھے مگر یہ خوبی اسکی سب خوبیوں پہ بھاری تھی۔

او کوئی چولا پائی رکھساں

آپ زلیل ہو کے

تیری عزت لوائی رکھساں

شیر و نے بھی چپ کا روزہ توڑا اور عجوبہ کی حوصلہ افزائی کی جس پہ اسکے دوستوں نے زبردست ہونٹنگ کی۔

چھلا میرا جی ڈھولا

چڑی اڈدی اے ساہ لے کے

ماہیا دمنٹ بہہ جا میں آئی او چاہ لے کے

رقیہ کو ابھی چائے دیکھ کر یاد آیا کہ اس چمپو کے چکر میں تو وہ چائے پینا ہی بھول گئی تھی۔

کوئی سرہانے روئی کوئی نہ

کوئی سرہانے روئی کوئی نہ

جڈے تیرے نخرے ایڈی سوہنی تو کوئی نہ

عجوبہ کی خالہ جو کب سے خاموش بیٹھی تھی اب ان کا بھی صبر ٹوٹا۔

کوئی نیند دے خراٹے منڈیا

میرے نال ناپنگا لئی

میں سیکھے نے کراٹے منڈیا

عجوبہ نے بھی اپنی طرف سے بھرپور جواب دیا۔

باری وچ کا نااے

فوٹو واٹس ایپ کر دے

بچیاں نوں ڈرانااے

شہریار کی کزنوں نے بھی عجوبہ کا مذاق اڑایا جو اسکے سر کے اوپر سے ہی اڑ گیا۔

چٹے چاولاں دی پچھ ماہیا

میں کڑی ریشم جی تو

جنگلاں دار پچھ ماہیا

عجوبہ نے اپنا غصہ شہریار پہ اتارا جو منہ بنا کر بیٹھ گیا۔

کوئی ددھ دا گلاس ہوے

ماہی اوچاند جیہڑا بی اے پاس ہوے

عجوبہ نے ایک اور سوشہ چھوڑا جس پہ شکور کا اتر اہو امنہ مزید بگڑا پچی کچی کسرا سکے دوستوں کے قہقہے نے پوری کر دی۔

چھلا میرا جی ڈھولا

کوئی تندوری تائی ہوئی اے

اک ماہی انج کو جا

اوتوں بوتھی وی بنائی ہوئی اے

عجوبہ نے شہریار کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔

کوئی قبضے کل والے

کوئی قبضے کل والے

سانو ناستایا کرو

اسی آں نازک دل والے

شیر و نے معصومیت سے اس سے شکوہ کیا۔

چھلا میرا جی اوڈھولا

کوئی گول صندوق ہووے

اساں تیرا چھا نہیں چھڈنا

پاویں کندھے اتے صندوق ہووے

عجوبہ نے بھی شیر و کودل سے خوش کیا۔ اسکی پھوپھی اور خالہ تو بیٹھ کر جلتی رہی باقی سب محفوظ ہو رہے تھے۔

چھلا میراجی اوڈھولا

کوئی روٹی اتے بوٹی اے

لوکاں دے ویاہ ہو گئے

ساڈی منگنی وی اوکھی اے

چمپوہ نظر پڑتے ہی اور عجوبہ اور شیر و کوایسے باتیں کرتے دیکھ، رقیہ کو اپنا دکھ یاد آیا تھا جسے عجوبہ کی پھوپھی نے اسکی درخواست سمجھ کر قبول کیا۔

باری برسی کھٹن گیا سی کھٹ کے لیاندی جوں

تیرے ورگی اللہ کرے کسی نوں نہ لے نوں

شہریار کی پھوپھی سے بھی پرسکون ماحول برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

سپ چڑھ گیا ٹوٹی تے

چنامیرادل کردا

چنڈ مارا تیری بو تھی تے

عجوبہ کی خالہ بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھی۔

چھلا میراجی ڈھولا کوئی بھٹ چھلیاں دا

منڈا تیرا نچ لگدا جیویں کلڑ مسلیاں دا۔

عجوبہ کی پھوپھی نے بھی اگلے پچھلے حساب چکتا کیے۔

شہریار کی اماں نے ڈھولکی کے منظر کو اکھاڑے میں بدلنے سے پہلے ہی سب کو خاموش کر دیا اور سکھ کا سانس لیا۔

ڈھولکی ختم ہوتے ہی ابا کو گھر جانے کی فکر پڑ گئی، عجوبہ کسی طور گھر جانے کو تیار نہ تھی۔

اماں کی بار بار کی گھوریوں سے بھی اسے کوئی افاقہ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ یہاں اتنے مہمانوں کے سامنے اماں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، مگر بہت جلد اس کی یہ خوش فہمی، غلط فہمی ثابت ہوئی۔ اماں نے رقیہ کو آنکھ سے اشارہ کیا کہ وہ عجوبہ کو پکڑ کر گاڑی میں بٹھائے مگر رقیہ کو آج حوش ہی کہاں تھا، وہ تو دنیا و مافیہا سے بے خبر دانتوں میں دوپٹہ پھنسائے چمپو کے پیچھے پھر رہی تھی، نہ اسے عجوبہ یاد تھی نہ کرن۔

اماں کو مجبوراً کرن کو ہی آواز دے کر بلانا پڑا جو آج پورا دن خاموش ہی رہی تھی اور اب اپنی دوستوں اور بہنوں کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ خالہ کی آواز پر وہ گاڑی سے اتر کر نکلی اور عجوبہ کو بلانے اندر بڑھی جو فرش پر پڑی خراٹے لے رہی تھی۔

"عجوبہ اٹھو!!!"

اٹھو عجوبہ! ہمیں گھر جانا ہے"

عجوبہ کو جھنجھوڑتی کرن آنکھوں ہی آنکھوں میں رقیہ سے مدد طلب کر رہی تھی۔

"کیا ہوا آپا؟ باڑات آگئی کیا؟"

عجوبہ نے آنکھیں ملتے کرتے سوال کیا۔ پوری آنکھیں کھولتے ہی وہ آگے پیچھے ہونقوں کی طرح بیٹھی تھی ابھی تو وہ دلہن بنی بیٹھی بارات کا انتظار کر رہی تھی کہ کرن کی آواز نے سارا منظر تھس تھس کر دیا تھا۔

"ہیں س! کوئی بارات؟؟"

"اٹھو چلو ہمیں گھر جانا ہے۔ باہر سب گاڑی میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں"

کرن نے اسے سختی سے بازوؤں سے دبوچ کر اٹھایا اور اپنے ساتھ چلانے لگی۔

"میں نہیں جاؤں گی آپا!! مجھے یہیں رہنا ہے۔ اتنے موٹے موٹے قالین ہیں نینڈ بھی مزے کی آتی ہے اس پہ تو، آج مجھے یہیں چھوڑ جاؤ ناں"

عجوبہ احتجاج کرتی اسکے ساتھ گھسٹتی جا رہی تھی۔

"اماں!! تم نے میٹری شاڈی اسلیے کی ہے کہ مجھے اپنے ساتھ واپس لے جاؤ؟ میں تو یہیں رہوں گی تم بھی صبح آ جانا ابھی جاؤ۔"

عجوبہ اماں سے بات کرتی واپس اندر جانے کو مڑی کہ یہیں اماں کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہوا اور اماں نے عجوبہ کو ایک گھومتا ہوا ایسا چمٹا رسید کیا کہ اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے اور وہ منہ بنا کر گاڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔ گاڑی فل ہوتے دیکھ کر رقیہ بھی گاڑی کی طرف لپکی اور بیچ میں گھس کر اپنی جگہ بنائی۔ اتنی ٹھنڈ میں آدھی رات کو کھلی سوزو کی میں بیٹھ کر سبھی لڑکیاں ہانپتی کانپتی عجوبہ کو دعائیں دے رہی تھیں۔

اب مسئلہ تھا عجوبہ کی پھوپھی اور انکے بیٹے کا کہ وہ کہاں بیٹھ کر جائیں گے پھوپھی تو پھنس پھنسا کر چوہدرائیں اور اماں کے بیچ میں بیٹھ گئی جب کہ انکا چپو بیٹھا گاڑی کی چھت پہ چوہدریوں کی بیٹی کی جگہ بیٹھ گیا اور چوہدریوں کی بیٹی منہ کھولے پہلے نیچے کھڑے ہو کر کچھ دیر سوچتی رہی پھر سب لڑکیوں کو دھکا دیتی سوزو کی کی ڈرائیور کی سیٹ کے اوپر موجود چھت پر بیٹھ گئی۔

عجوبہ گاڑی میں بیٹھتے ہی پھر سے خراٹے لینے لگی۔

شیر و کے ابا نے عجوبہ کے ابا کو جاتے ہوئے کھانا ساتھ لے جانے کی پیشکش کی جس کو انہوں نے گاڑی میں گنجائش نہ ہونے کا کہہ کر انکار کر دیا۔

"لے آؤ ابا لے آؤ! ہے گی جگہ، میں نے ویسے بھی رُج کڑ کھانا نہیں کھایا۔ گھر جا کڑ کھاؤں گی"

"ڑکھ ڈوانکل جی اڈھر ہی کہیں جگہ بنا کر"

ابا کا جواب سن کر آن کی آن میں عجوبہ نے آنکھیں کھولیں اور شیر و کے ابا سے کھانے کا شاپر جھپٹ کر گود میں رکھ لیا مبادا ابا کا انکار سن کر وہ واپس ہی نہ لے جائیں۔

ابا نے عجوبہ کو دیکھ کر تاسف سے سر جھٹکا۔

عجوبہ نے کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شاپر پر ہی سر رکھا اور سو گئی۔

گھر پہنچنے تک سب لڑکیاں جل بھن کر کوئلہ ہو چکی تھیں جاتے ہوئے جو انہیں ایڈوینچر لگ رہا تھا اب وہی وبال جان بن گیا تھا۔

گھر پہنچ کر عجوبہ کو زبردستی اٹھا کر اندر لٹایا آنکھ کھلتے ہی عجوبہ کو پہلا خیال کھانے کا آیا۔

"آپا میٹر اشاپڑ کہاں ہے؟"

"کچن میں رکھا ہے۔" کرن نے تھکاوٹ سے بیزاری سے جواب دیا۔

"کچن میں نہ رکھو آپا کوئی کھا گیا تو؟ یہاں میٹری الماری میں چھپاؤ"

عجوبہ نے خالی بولنے پہ قناعت نہ کی بلکہ خود ہی جا کر کچن سے شاپر لا کر کپڑوں کے بیچ الماری میں رکھ دیا۔ کرن بھی خالہ خالو کی برداشت کو سلام کرتی، عجوبہ پہ لعنت بھیجتی سونے چلی گئی۔ جس کو جہاں جگہ ملی سو گیا۔

اگلے دن سب کی آنکھ دیر سے کھلی، عجوبہ کو ساری رات خواب میں بھی وہی لڑکیاں شیر و کے آس پاس منڈلاتی نظر آئیں۔ یہی وجہ تھی کہ وہ وہاں سے آنے پر آمادہ نہ تھی۔

اٹھتے ہی عجوبہ نے پہلے اپنا ہاتھ منہ دھویا پھر انگلی سے ہی دانت صاف کر کے کنگھی کی۔

کرن کن اکھیوں سے اسکی ہر حرکت بغور دیکھ رہی تھی۔ خدا کی قدرت کے آج تو اسکو عجوبہ کی منتیں بھی نہیں کرنی پڑی تھی منہ دھونے کے لیے۔

"جب منہ دھو ہی لیا تھا تو صابن بھی لگا لیتی رات کے میک اپ سے سارا منہ کالا ہو گیا ہے" کرن نے اکھڑے لہجے میں اس پہ چوٹ کی۔
"آپا!! صابن سے کیسے منہ ڈھوتے ہیں بھلا؟؟؟" اس نے تھوڑی پہ ہاتھ رکھ کر معصومیت سے سوال کیا۔

عجوبہ کے سوال پہ اسکو برجستہ ہنسی آئی مگر ہنسی دبا کر اس نے سنجیدہ لہجہ اپنائے رکھا۔ تھوڑی دیر میں رقیہ بھی اپنے ٹوٹے دانتوں کی نمائش کے ساتھ حاضر ہو گئی مگر کرن نے اسکی طرف کوئی خاص توجہ نہ دی۔

"کیا ہوا باجی؟ تم ناراض ہو؟؟؟"

رقیہ نے کرن کے تیور بھانپتے ہوئے سوال کیا۔

ہاں خیال آگیا تمہیں میرا؟ تم لوگوں کی وجہ سے میں نے اپنی شہر سے دو ستیں بلوائیں اور تم دونوں نے کل مجھے پوچھا ہی نہیں۔ عجوبہ کا تو چلو پتہ ہے ایک تو اسکا نکاح تھا دوسرا اسے کھانے کے آگے کچھ نہیں سوچتا، مگر تم تمہیں کیا ہوا تھا جو تم اس فقیر محمد کے پیچھے پاگل ہوئی پھر رہی تھی۔ کرن نے ایک ہی سانس میں اپنا شکوہ کیا۔ جانے کہاں سے وہ اس چمپو کا نام پتہ کر کے آئی تھی۔

"ہیں باجی؟؟؟ ان کا نام فقیر ہے؟" رقیہ نے شرماتے ہوئے کرن کی ساری باتوں کو نظر انداز کر کے اس کے نام کا پوچھا۔

کرن کے ماتھے پہ شکنیں ابھریں۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور رقیہ کی اماں آستینیں چڑھاتے اندر داخل ہوئی۔

"او عجوبہ!!! بیڑہ غرق ہو تیرا کس منحوس کے پیچھے لگا دیا ہے اس کلمو ہی کو؟؟؟"

ستیاناں کر دیا ہے میری بچی کا اپنے جو گانا کر۔

بات تیری گندگی اور پا پڑ چھیننے تک تو ٹھیک تھی مگر اب یہ کس راستے پہ لگا دیا ہے میری شریف بچی کو۔ اللہ پوچھے تجھے۔"

رقیہ کی اماں حلق پھاڑ آواز میں عجوبہ کو کوسنے دے رہی تھی جسے سن کر عجوبہ اور باقی رشتے دار بھی باہر آئے۔ اس چمپو کی اماں نے جب اپنے چاند جیسے بیٹے کے لیے منحوس کا لفظ سنا، ان کے تو سر پہ لگی اور تلوؤں بجھی۔ وہ بھی ہتھیاروں سے لیس دو دو ہاتھ کرنے میدان

میں اتریں۔

دونوں کی اماں میں خوب تو تکار ہوئی اور پورے مجمعے نے تماشے کے مزے لوٹے۔

رقیہ کی اماں نے جب دال گلتی نہ دیکھی تو کرن کو بیچ میں گھسیٹا۔

"کرن تو تو سمجھدار بچی ہے۔ کچھ سمجھا اسے کس نالائق کے پیچھے پڑ گئی ہے، وہ اس عجوبہ گندی کا کزن ہے اس کے جیسا ہی ہو گا غلیظ۔"

کرن تو اچانک اپنے نام پہ سٹیٹائی۔ عجوبہ سے بھی اپنے لیے یہ الفاظ برداشت نہ ہوئے۔ فوراً رقیہ کی اماں کے سر پہ پہنچی۔

"یہ دیکھو چاچی صبح ہی صابن سے رگڑ کر منہ ڈھویا ہے، ڈانت بھی صاف کیے ہیں۔ اب کیا چاہتی ہو؟ پانی کی ٹینکی کے انڈر ہی گھس کر

بیٹھ جاؤں؟؟"

عجوبہ نے پوری بتیسی کھول کر چاچی کو دکھائی۔ ابھی اس سے پہلے کہ وہ چٹیل آگے کر کے اپنی کنگھی بھی دکھاتی عجوبہ کی پھوپھی نے اسے

دھکا دے کر راستے سے ہٹایا اور خود رقیہ کی اماں کے سامنے آئی۔

"نالائق کس کو بولا ہے ہاں؟؟؟ پورے شہر میں اول پازیشن لی ہے میرے بیٹے نے۔ ڈاکٹری کا امتحان بھی پاس کر لیا ہے وہ کیا کہتے ہیں

اسے ٹرنری۔۔۔ انٹری۔۔"

"انٹری ٹیسٹ" کرن نے تصحیح کی۔

"ہاں ہاں وہی۔ انٹری ٹیسٹ!!! کیا سمجھا کیا ہے تم نے میرے بیٹے کو؟ تمہیں تو احسان مند ہونا چاہیے تمہاری میلی کچیلی بیٹی کو پسند کیا اور

ہاں روز نہاتا ہے میرا بیٹا اپنے جیسانہ سمجھنا ورنہ پورے بتیس دانت ہاتھ میں دے دوں گی"

چمپو کی اماں کڑے تیوروں سے گھورتے بولی۔

ڈاکٹری کا نام سن کر رقیہ کی اماں کا غصہ بھی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ تو اسے کوئی نکما ویلا سمجھ رہی تھی کہاں وہ ڈاکٹر اور کہاں انکی

نالائق انپرٹھ جاہل بیٹی۔ کھڑے ہی کھڑے رقیہ کی اماں کو اپنی بیٹی میں سو عیب نظر آ گئے تھے اور وہ منمنانے لگی۔

"اڑے چاچی تم کل گئی نہیں تھی ناں تبھی نہیں ڈیکھا تم نے گوڑا چٹھا ویڑ ہے میٹر اڈیکھو گی تو ڈیکھتی رُہ جاؤ گی" عجوبہ نے اسکے مزید خصائل گنوائے مگر اب وہ کالا کو جا بھی ہوتا تب بھی چاچی کو دل و جان سے قبول تھا۔

ان کی لڑائی ختمی دیکھ کر مہمانوں کے پیٹ کے چوہے انگڑائی لے کر جاگ گئے تھے اور ہر طرف سے ناشتے کا شور بلند ہو گیا تھا۔

عجوبہ کو بھی اپنا کھانے سے بھرا شا پر یاد آیا اور وہ بھاگ کر الماری تک پہنچی لیکن شا پر وہاں سے پہلے ہی غائب تھا۔

بچن سے کھانا گرم کرنے کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھی۔

عجوبہ ہر ایک سے لڑتی پھر رہی تھی کہ اسکے سسرال سے آئے کھانے پر صرف اسکا حق ہے باقی سب وہ پتلی مسور کی دال کھائیں جو اماں نے سب مہمانوں کے لیے دیگیا بھر کر چولہے پر چڑھائی تھی۔

کرن کھانا گرم کر کے ڈشوں میں نکال کر لائی۔ لمبا ساد ستر خوان لگا اور سب پالتیاں مار کر بیٹھ گئے۔

ابھی اس سے پہلے کہ کوئی کھانا نکالتا محلے کی ایک عورت کی نظر ڈش میں رینگتی کسی چیز پر پڑی۔ انہوں نے ڈش اٹھا کر غور کر کے دیکھا تو انہیں کھانے میں جگہ جگہ عجوبہ کے سر کے کیڑے رینگتے نظر آئے۔ کرن کو یاد آیا کہ رات عجوبہ گاڑی میں اس پہ سر رکھ کر سوئی تھی شہر سے آئی لڑکیوں کو تو صرف دیکھ کر ہی الٹیاں لگ گئی اور وہ کرن کی ہمت کی داد دینے لگی جس نے اتنے دن نہ صرف انکے ساتھ گزارے بلکہ ان سے گھل مل بھی گئی۔

"ہاں یہ لے کھالے تو، بڑا شوق تھا نہ اپنے سسرال کا کھانا کھانے کا" محلے کی ایک عورت نے ناک پھلا کر عجوبہ کو مخاطب کیا۔
دستر خوان دوبارہ لگا اور سب نے اماں کے ہاتھ کی دال پہ صبر شکر کیا۔

چاچا رشید کے بندر کے مزے ہو گئے تھے سارا کھانا اسے بھجوا یا اس نے بوٹیوں اور چاول پہ سہی ہلا بولا اور ساتھ ہی چن چن کر اپنی پسندیدہ چیز بھی کھائی۔

شام کو مایوں پہ تیار ہونے کے لیے اب لڑکیوں نے جب الماری سے اپنے جوڑے نکالے تو انکا حال بھی دیکھنے والا تھا۔ کسی پر چکنائی کا دھبہ تھا تو کسی پر فرنی لگی ہوئی تھی۔ کہیں چائے گری تھی تو کہیں جوئیں رینگ رہی تھیں۔ تھوڑی ہی دیر میں پر سکون ماحول لڑکیوں کی

چمکنے والے پکار میں بدل گیا تھا۔ شیر و کے پیسے اور لڑکیوں کے کپڑے تو برباد ہوئے ہی تھے مگر اب وہ سب مل کر عجوبہ کا حلیہ بگاڑنے کا ارادہ رکھتی تھیں۔

کپڑوں کا ایسا حال دیکھ کر لڑکیوں کا پارہ کسی طور نیچے آنے کو تیار نہیں تھا۔ ابھی اس سے پہلے کہ وہ سب مل کر عجوبہ کا حشر نشر کرتی، عجوبہ کسی کھیت میں جا کر چھپ چکی تھی۔ آن کی آن میں یہ بات جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی تھی۔ عجوبہ جسکے بھی کھیت میں گھستی، وہ کوئی بھی لگی لپٹی رکھے بغیر اسے سیدھا ہاتھ پکڑ کر کھیت سے نکال دیتا اب اس سے ہمدردی میں کسی نے اپنی فصل تو خراب نہیں کرنی تھی۔ ایسے میں صرف ایک رقیہ تھی عجوبہ کی پکی سہیلی جانے اسے اپنے گھر میں نہ صرف چھپنے کی جگہ دی بلکہ چمپو کو دروازے پہ چوکیداری کے لیے بھی بٹھایا۔

رقیہ کے گھر سے نکلتا پانی اور جوؤں کا سیلاب دیکھ کر سارے گاؤں والے ششدر تھے کہ آخر ماجرا کیا ہے۔ رقیہ خود بھی حیران تھی کہ آج پہلی بار عجوبہ نے خود اپنے منہ سے کہا تھا کہ اسے نہانا ہے اور تو اور نہانے کے بعد اس نے اچھے بچوں کی طرح رقیہ سے اپنا سر بھی صاف کروایا تھا ورنہ آج تک وہ صرف گاؤں والوں کے ہی سر دیکھتی آئی تھی، اپنا سر صاف کرنے کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔ رقیہ نے بھی ماہر شکاری کی طرح ایک ایک جوں کا قلع قمع کیا تھا۔ رقیہ نے دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نیا پیلا لان کا جوڑا شیفون کے ڈوپٹے والا اسے پہننے کو دیا جس سے اب تک اس نے صرف بارہ پندرہ شادیاں بھگتائی تھی ان میں سے بھی چار چھ ہی اپنے گاؤں کی تھی، ابھی تک یہ جوڑا پہن کر نہ وہ میلے میں گئی تھی، نہ درخت کے نیچے بیٹھی تھی، اور نہ ہی بندر کا تماشہ دیکھنے گئی تھی۔ اس حساب سے یہ جوڑا نیا ہی تھا۔ کرن کا جوڑا میل میں پیلے سے کالا ہو چکا تھا یہی وجہ تھی کہ عجوبہ کو رقیہ سے کپڑے مانگنے پڑے۔

"اڑے سن رقیہ تیرے پاس موتی ہیں؟ وہ جو کڑن آپا کے ڈوپٹے پہ لگے ہوئے تھے ناں ویسے موتی"

عجوبہ نے رقیہ کے سادے سے دوپٹے کو دیکھ کر استفسار کیا۔

"ہاں موتی تو ہیں گے پر ٹانگے گا کون؟" رقیہ کو نئی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں یہ کام بھی اسکے زمے ہی نہ آجائے۔

"تو لے کر تو آ" عجوبہ نے اسے اندر کمرے کی طرف دھکیلا اور خود دوپٹے کے چاروں کونے پکڑ کر پیمائش میں لگ گئی۔

رقیہ پورا ایک گھنٹہ لگا کر اپنے سب کپڑوں سے رنگ برنگے چھوٹے بڑے ہر طرح کے موتی اکھاڑ کر عجوبہ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

عجوبہ نے جلدی جلدی اپنا کام دکھانا شروع کیا۔ آج اس نے ایک نیا کارنامہ کیا تھا۔ ہاں جی موتیوں والی پیکو وہ بھی اپنے دانتوں سے جو اس نے کرن کے شہر سے لائے ہوئے ڈوپٹے پہ ہوئی بہت غور سے دیکھیں تھی۔ رقیہ بھی دیکھ کر داد دیے بغیر نہیں رہ سکی۔

"عجوبہ میرے ڈوپٹے پہ بھی ایسی ہی پیکو کر دے نا، دونوں سہیلیاں ایک جیسے دوپٹے پہنیں گی" رقیہ کا خوشامدی لہجہ واپس آچکا تھا جو وہ صرف تب استعمال کرتی تھی جب اسے کوئی کام نکلوانا ہوتا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے کڑوؤں گی اوڑموتی لے کر آ" عجوبہ کو پتہ تھا جب تک ہامی نہیں بھرے گی جان نہیں چھوٹے گی ویسے بھی وہ اپنی سہیلی کا کوئی کام کرنے سے نہیں کترات تھی۔

"موتی تو سارے تجھے دے دیے اب میرے پاس اور نہیں ہیں" رقیہ گال پہ انگلی رکھ کر فکر مندی سے بولی۔
عجوبہ کچھ سوچ کر قینچی لے کر باہر کی طرف بھاگی۔

"نوڑے ویڑے ایک کام کڑوویہ جو آج شہری لڑکیوں نے اپنے کپڑے پھینکے ہیں ناں ساڑے ان کے موتی اتار کر لاؤ" عجوبہ چوکیداری کرتے چپو سے مخاطب ہوئی اس کی نظر میں یہ حل نہایت ہی معقول تھا۔

چپو بھی آمنا و صدا کہتا فوراً قینچی لے کر عجوبہ کے گھر کی طرف دوڑا اور نہایت رازداری سے پورے ایک گھنٹے میں سارے موتی اکھیڑ اکھاڑ کر لا کر عجوبہ کے ہاتھ میں دے دیے۔

دوسری دفعہ تو اور بھی صفائی سے پیکو ہوئی رقیہ کے موتی بھی عجوبہ کے موتیوں سے زیادہ تھے اسکا ڈوپٹہ زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا مگر عجوبہ کو کوئی پرواہ نہ تھی۔

آج عجوبہ نے نہ آٹے میں منہ مارا، نہ ہی لپسٹک لگائی بلکہ گھر سے نکلتے ہوئے وہ کرن کامیک اپ چرالائی تھی۔ اسی کی بیس لگائی اور اسی کا

گلوں۔ ہلکا سا جل لگایا مگر آج ڈورے نہیں کھینچے۔ رقیہ نے بھی اسکی تائید میں ہلکا سا میک اپ کیا۔

پورے گاؤں میں ابھی تک عجوبہ کی ڈھونڈ مچی تھی۔ اماں کو تو حول آٹھ رہے تھے انہوں نے گاؤں کے بڑے قصے سن رکھے تھے کہ جن بھوت مایوں کی دلہن کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اب تو اسے غائب ہوئے گھنٹوں گزر گئے تھے مگر اسکی کوئی خیر خبر نہ تھی، اور تو اور رقیہ بھی غائب تھی۔ رقیہ کی اماں بھی وہیں موجود تھی گھر پہ تالا لگا تھا۔ ابا بھی بولائے بولائے پھر رہے تھے۔ شام ہونے کو آئی تھی۔ مایوں کی رسم کا وقت گزرا جا رہا تھا پورا گاؤں عجوبہ کو ہلدی لگانے تیاریوں سے لیس آچکا تھا مگر دلہن صاحبہ ہی غائب تھی۔ کرن کامیک اپ چوری ہونے کا غم اضافی تھا مگر اسکی طرف کسی کا دھیان نہیں تھا سب کا دھیان تو اس نئی بریکنگ نیوز کی طرف تھا کہ دلہن گھر سے غائب ہے۔

"ارے تیری بیٹی تو خود چڑیل ہے کوئی جن نہیں اٹھا کر لے جاسکتا اسے" اماں کے کانوں میں گاؤں کی بڑی بوڑھی کی آواز پڑی۔ جانے یہ تسلی تھی یا طنز پر اماں کو کچھ حوصلہ ہوا ضرور تھا۔

ابھی اس سے پہلے کہ گاؤں کی عورتیں خود سے مفروضے بنتی اور عجوبہ کی شان میں قصیدے پڑھتی۔

رقیہ ایک گھونگٹ ڈالی لڑکی کو لیے دروازہ دھاڑ سے کھول کر اندر داخل ہوئی۔

سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ رقیہ کے ساتھ تو عجوبہ ہی ہو سکتی تھی مگر اسکے ہاتھ پاؤں کو دیکھ کر ہر گز نہیں لگتا تھا کہ یہ عجوبہ ہی ہوگی۔

"اتنی صاف ستھری لڑکی عجوبہ نہیں ہو سکتی، ارے رقیہ کس کو پکڑ لائی ہے ہمیں بے وقوف بنانے کو گاؤں کی سب لڑکیاں تو یہیں موجود ہیں۔ ضرور کسی دوسرے گاؤں کی ہوگی۔ ارے ہم تجھے باولے لگتے ہیں؟ ہم نہ آنے کے جھانسنے میں "سب سے پہلے اماں کی دوست پروین نے اپنی رائے دی۔

"اڑے خالہ میٹر امنہ ڈھکاڈیکھ کڑبری زبان چل رُہی ہے تمھاڑی، میں ہی ہوں یہ آنکھیں کھول کڑڈیکھ لو۔ جاڑے رُقیہ انکو چشمہ لا کڑ ڈے موٹے شیشوں والا"

عجوبہ اپنی اتنی بے عزتی کو ہضم نہ کر پائی سو گھونگھٹ منہ سے ہٹا کر جلدی سے بولی اور دوبارہ گھونگھٹ ڈال لیا مبادا نظر ہی نہ لگ جائے اسے۔

اتنے حیران تو گاؤں والے عجوبہ کے نکاح کی خبر سن کر نہیں ہوئے تھے جتنا اسکا بدلاروپ دیکھ کر ہوئے تھے۔

"اے شکل بدل گئی اسکی، حلیہ بدل گیا، مگر زبان کبھی نہیں بدلے گی ایسے ہی منہ پھاڑ کر جواب دے گی سسرال میں تو دوسرے دن ہی گھر بیٹھی ہوگی"

محلے کی ایک عورت کاسب سے پہلے سکتے ٹوٹا اور اس نے عجوبہ کے بدلاؤ پہ تبصرہ کیا۔

"ارے خالہ عجوبہ کی ساس بہت اچھی ہے شیر و بھائی بھی اچھا ہے۔ تم اپنی فکر کرو تمہاری بہو ایسی نکل آئی تو تمہارا کیا ہوگا" اب کی دفعہ رقیہ نے عجوبہ کو بولنے کی زحمت نہ دی اور خود ہی حساب برابر کیا۔

اس سے پہلے کہ وہ رقیہ پہ چڑھ دوڑتی لڑنے کے لیے اماں اور باقی عورتوں نے بیچ بچاؤ کر کے معاملہ سلجھایا اور مایوں کی رسم شروع ہوئی۔

عجوبہ کو صحن میں اسی پرانے بوسیدہ صوفے پہ بٹھایا سامنے میز پہ ابٹن، مہندی، مٹھائی۔۔۔ الابلاسب رکھا تھا۔ آج تو عجوبہ کے تیور ہی بدلے ہوئے تھے جو بھی رسم کرنے آتا گھونگٹ اٹھا کر اسے ابٹن اور مہندی لگاتا۔ عجوبہ منہ نیچے کیے بیٹھی شرمارہی تھی۔ جیسے ہی اماں نے مٹھائی کا ٹکڑا اسکی طرف بڑھایا عجوبہ نے جلدی سے گھونگٹ اٹھا کر پورا منہ کھول کر مٹھائی سٹکی اور دوبارہ منہ ڈھک لیا۔

"تیرا کچھ نہیں ہو سکتا عجوبہ" اماں نے دل میں سوچ کر اس کے اوپر سے پیسے وار کر سائیڈ پہ رکھے۔

کچھ عورتیں عجوبہ کے ڈوپٹے پہ ہوئی پکیو دیکھ کر بھی حیران تھی گاؤں میں اب تک یہ ٹرینڈ نہیں چلاتھا۔ سب نے عجوبہ سے بارات کے دوپٹوں پر پکیو کی بکنگ کی جو کہ عجوبہ معاوضہ لے کر کرنے پہ تیار ہو گئی۔

رات کو کہیں جا کر مایوں کی رسم ختم ہوئی اور سب نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ کھانا کسی نے نہیں کھایا تھا، سارا کھانا بیکار ہی گیا تھا اماں نے پلیٹیں بھر بھر کر گاؤں کے ہر گھر میں بھجوائی تھی مگر کوئی لینے کو تیار نہ تھا سب کا کہنا یہی تھا کہ ہمارا پیٹ بھرا ہوا ہے ہم کھانا

کھا کر آئیں ہیں۔

"حیرت ہی اگر سب کھانا کھا کر گئے ہیں تو پوری دیگ کیسے بچی ہوئی ہے" اماں منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھی جتنی بھی سدھر جائے عجوبہ مگر کچھ نہ کچھ ایسا کر ہی دیتی تھی کہ اماں کا پارہ ہائی ہو اور گاؤں والوں کو باتیں بنانے کا موقع ملے۔

رات کو سارے کاموں سے فارغ ہو کر کرن رقیہ اور عجوبہ کے ساتھ جا کر لیٹی۔

"عجوبہ تمہارے سر کی جوئیں کہاں گئی؟"

آج سے پہلے کرن کی جب بھی اسکے سر پہ نظر پڑتی تھی ایک دو جوئیں اوپر ہی تیر رہی ہوتی تھی مگر آج ہر زاویے میں نظریں دوڑانے کے بعد بھی کرن کو عجوبہ کے سر پہ کوئی جوں نظر نہ آئی تو پوچھ ہی بیٹھی۔

رقیہ نے اسے گھر سے غائب ہونے کا اور اسکا سر صاف کرنے کا کارنامہ فخریہ بتایا اور اسے اسکا میک اپ بھی شکریے کے ساتھ واپس کیا۔

اگلے دن مہندی تھی سو وہ باتیں کرتے کرتے جلدی ہی سو گئی۔

مہندی کے لیے انہیں شہریار کے گاؤں جانا تھا سب منہ اندھیرے ہی اٹھ کر تیار ہو گئے کیونکہ رات ہونے سے پہلے ہی واپسی بھی کرنی تھی۔

اس دفعہ عجوبہ نے بھی کوئی ضد نہ کی ابانے شہر سے بڑی بس بلوائی تھی سب اسی میں بیٹھ کر شیر و کے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئے۔

عجوبہ نے گھیر دار مہندی کے رنگ کا غرارہ پہنا جس کے ساتھ گلابی رنگ کی قمیض تھی اور مالٹائی رنگ کا گولے کناری والا ڈوپٹہ۔ یہ

سوٹ بھی کرن کی پسند کا ہی تھا۔ شیر و کے گاؤں کے نزدیک پہنچ کر سب نے اپنا اپنا میک اپ کے سامان سے لبریز تام تمیڑ اکھولا اور لپیا پوتی میں لگ گئے۔ گھر سے اتنی صبح نکلنے کی وجہ سے کوئی بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ کرن نے پہلے عجوبہ اور رقیہ کو تیار کیا اس کے بعد خود بھی جلدی سے تیار ہو گئی باقی شہری لڑکیوں نے بھی گاؤں کی گوریوں کو بھی تیار کیا اور مہارت سے خود بھی تیار ہو گئی۔

شیر وکے گھر سے کچھ دوری پہ لڑکے اس دفعہ گدھا گاڑی کے استقبال کے لیے باہر کھڑے تھے اور ایک دوسرے سے مذاق میں لگے تھے، مگر بس دیکھ کر مایوس ہو گئے۔ خیر بادل خواستہ انکا استقبال تو کرنا ہی تھا شیر و خود بھی گھر کے باہر مہندی رنگ کے کلف زدہ سوٹ میں استقبال کے لیے موجود تھا۔

شیر و کی کزنوں نے عجوبہ کو عزت سے کے جا کر سیٹج پر بٹھایا مگر عجوبہ بلا وجہ ان سب سے خار کھا رہی تھی۔ مہندی کی رسم شروع ہونے سے پہلے لڑکوں اور لڑکیوں نے الگ الگ ٹولیوں کی صورت میں لڈی ڈالی۔ شیر و کے کچھ دوست خوب ہنگامے میں ڈھول اور پٹاخوں کے غل میں مہندی لے کر آئے۔ عجوبہ کی سہیلیاں بھی کسی سے کم نہ تھی وہ بھی سب مہندی لے کر گانے گاتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ اس طرح باقاعدہ مہندی کی رسم کا آغاز ہوا۔

عجوبہ کا گھونگٹ آج زیادہ لمبانہ تھا بلکہ ہونٹوں کے اوپر تک تھا اور اس نے پوری کوشش کی تھی کہ شیر و کی طرح تمیز و تہذیب کے ساتھ مٹھائی کھائے لیکن یا تو مٹھائی نیچے گر جاتی تھی یا وہ خود چچ قریب آنے سے پہلے ہی مٹھائی پر جھپٹ پڑتی تھی۔ رسم کے آخر تک اسے کچھ کچھ پریکٹس ہو گئی تھی آرام سے مٹھائی کھانے کی۔

شیر و کے دوستوں نے ڈھول کی تھاپ پہ بھنگڑے ڈالے۔ کرن اور باقی شہری لڑکیوں نے ڈانڈیاں کھیلیں اور یوں مہندی کی رسم اپنے اختتام کو پہنچی کچھ لڑکے لڑکیوں نے اپنے موبائل کے کیمروں میں انکی تصویریں بھی کھینچی۔

آخر پہ کھانے کا دور چلا۔ عجوبہ کے گاؤں والے تو کل سے بھوکے تھے کھانا کھلتے ہی کھانے پر پل پڑے پلیٹیں کھانے سے لبریز کی مگر پیٹ تو ایک ہی تھا چاہے کل سے بھوکے ہوں یا آج سے۔

کھانے میں حلوہ پوری گلاب جامن اور دال کے پراٹھے تھے۔

البتہ عجوبہ نے کافی شائستگی کا مظاہرہ کیا۔ پہلے شیر و کے ساتھ جا کر ہاتھ دھوئے پھر آرام آرام سے شیر و کی پیروی کرتے آدھی پوری کھائی دو چار نوالے پراٹھے کے لیے۔ البتہ شیر و کی نظر بچتے ہی وہ اکٹھی دو چار گلاب جامن منہ میں ٹھونس لیتی اور پھر مزے سے دیر تک چوستی۔ اس شائستگی کے چکر میں تو اس کا پیٹ بھی نہیں بھر رہا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد عجوبہ کے ابا نے شیر و کے ابا سے اجازت لی اور بس میں سوار ہو کر گھر کی راہ لی۔

اگلی صبح بارات تھی۔ عجوبہ کسی کے بھی اٹھانے سے پہلے ہی جاگ گئی۔ سب سے پہلے تہجد کے وقت اٹھ کر اس نے دو رکعت نماز ادا کی اسکے بعد جائے نماز پر ہی تسبیحات میں مشغول ہو گئی۔ فجر کے وقت اس نے تازہ وضو کر کے نماز پڑھی۔ آج تو اسے پانی بھی ٹھنڈا محسوس نہیں ہو رہا تھا نماز کے بعد اس نے سب کو اپنے ہاتھ کی چائے بنا کر پلائی۔

"پی لو اماں تم بھی میرے ہاتھ کی چائے کیا یا ڈکھو گی ساڑی زندگی کہ ایک دفعہ میں نے بھی چائے پلائی تھی" عجوبہ نے چائے کا کپ اماں کو پکڑاتے ہوئے ادا سے بولا اور ساتھ ہی آدھی چائے اماں کے ہاتھ پر تھی جو اماں نے چائے پکڑنے کے لیے آگے بڑھایا تھا۔

"بس کر جا عجوبہ، ہر وقت بکواس کرتی رہتی ہے کوئی ایک کام جو ڈھنگ کا کرنا آتا ہو ناک کٹوائے گی ہماری بھی سسرال جا کر" اماں جو عجوبہ کی باتوں سے تھوڑی جذباتی ہو رہی تھی اسکی حرکت پہ سیخ پا ہوتی اس سے مخاطب ہوئی۔ وہ عجوبہ ہی کیا جو اماں کی لعنتوں کے سائے تلے رخصت نہ ہو۔

ناشتہ کرنے کے بعد عجوبہ نے رقیہ کے ساتھ مل کر پورے گھر کے ایک ایک کونے کھد رے کی جامع صفائی کی۔ نہیں جی بالکل غلط سمجھے ہیں آپ ابھی ہماری ہیر و سن اتنی بھی سگھڑ نہیں ہوئی دراصل عجوبہ کا خیال تھا کہ اسکے جانے کے بعد گھر کی سوکھی روٹیوں اور کباڑے کو بیچ کر بتیسہ کون کھائے گا سو اس نے اپنے جانے سے پہلے ہی پورے گھر کی ردی، سوکھی روٹیاں، لوہا، پلاسٹک سب بیچ کر بتیسہ لیا اور رقیہ کے ساتھ مل کر اپنے درخت کے نیچے بیٹھ کر آخری کھانا سمجھ کر تناول کیا۔

دوپہر کے بعد ہی عجوبہ کو اپنی تیاری کی فکر پڑ گئی۔ کامدار سرخ شرارے کے ساتھ سنہری قمیض اور سرخ ہی سنہری کام والا ڈوپٹہ اس نے استری کرنے کے لیے کرن کے حوالے کر دیا۔

شام چھ بجے تک عجوبہ مکمل تیار ہو کر بارات کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ اسے شہر کی ایک ماہر بیوٹیشن نے تیار کیا تھا آج تو اسے اسکی اماں بھی پہچان نہیں پارہی تھی۔

ہر گاڑی کی آواز پہ اسے لگتا تھا کہ اسکی بارات آگئی۔ ہر تھوڑی دیر میں وہ کھڑکی سے باہر لٹک کر جھانکی تھی مگر پھر اپنا لٹکامنہ لے کر واپس آکر بیٹھ جاتی تھی۔

شیر و بھی ہالف وائٹ شیر وانی میں سر پہ کلا سجائے تیار کھڑا تھا۔ بارات عین نکلنے کو تھی کہ آخری وقت پہ پھپھو اور خالہ کی لڑائی شروع ہو گئی تھی دونوں کا کہنا تھا کہ شیر و کے ساتھ پھولوں والی گاڑی میں۔۔ میں بیٹھ کر جاؤں گی اور دونوں ایک دوسرے کو ساتھ بٹھانے پہ راضی بھی نہیں تھی۔ ابانے ہر ممکن کوشش کی ان دونوں کو منانے کی مگر وہ کسی طور راضینامہ کرنے کو تیار نہ تھی اور تیس سال پرانے شیر و کے اماں ابا کی شادی کے قصے نکال کر بیٹھ گئی تھی پھپھو کا کہنا تھا کہ خالہ ہر بار میرے ساتھ زیادتی کرتی ہیں پہلے بھی میرے غرارے پہ پاؤں رکھ کر مجھے کیچڑ میں گرادیا تھا جبکہ خالہ کا موقف یہ تھا کہ وہ انکے غرارے کو صفائی والا پوچھ سمجھ کر اس پر کھڑی ہو گئی تھی۔ دونوں کسی طرح تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھی آخر پہ طے یہی پایا کہ شیر و بھی سب کے ساتھ بس میں جائے گا اور پھولوں سے سچی کار یہیں گھر کے دروازے پہ ہی کھڑی منہ چڑاتی رہے گی، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ اس پہ بھی دونوں کامنہ پھولا ہوا تھا۔

عجوبہ کے ابانے شیر و کے ابا کو ہزار ہا کا لڑکی تھی مگر لڑائی کے دوران انہیں خبر ہی نہ ہو سکی اور عجوبہ کے گاؤں میں یہ خبر پھیل گئی کہ شیر و کے گھر والوں تک عجوبہ کے کرتوتوں کی رسائی ہو گئی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ عین وقت پر بارات لانے سے انکاری ہو گئے ہیں عجوبہ بھی جب انتظار کر کر کے تھک گئی تو مایوس ہو کر ایک کونے میں بیٹھ کر آنسو بہانے لگی ساتھ ہی اپنے کا مدار دوپٹے سے ناک بھی پونچھتی رہی۔

بہت دیر بعد آدھی رات کے وقت بارات گاؤں کے قریب پہنچی تو عجوبہ کو دوبارہ منہ دھلوا کر تیار کیا گیا وہ بھی اپنی شادی کی خوشی میں بغیر چون چراں کیے دوبارہ منہ دھو آئی اور جلدی سے تیار ہو گئی۔ شیر و کے آتے ہی کھانا بھی کھل گیا کیونکہ گاؤں والوں کے پیٹ میں شدید چوہے دوڑ رہے تھے نکاح تو پہلے ہی ہو چکا تھا بس کھانا کھانے کے فوراً بعد رخصتی ہونی تھی۔ عجوبہ نے اپنے دوپٹے کا کونہ منہ میں پھنسا رکھا تھا جسے وہ وقفے وقفے سے دانتوں میں چبا بھی رہی تھی کرن نے ایک دو دفعہ اس سے اشارہ سے دوپٹہ منہ سے نکالنے کو کہا مگر ہر تھوڑی دیر بعد دوپٹہ خود بخود منہ میں پہنچ جاتا تھا رقیہ تو عجوبہ کے ساتھ جڑ کر بیٹھی تھی۔ کچھ ہی دیر میں اسکی دوست رخصت ہونے والی تھی۔

کھانے کے بعد عجوبہ گردن چوس رہی تھی کہ اچانک گردن اسکے ہاتھ سے پھسل کر میز کے نیچے چلی گئی۔ رقیہ اور عجوبہ دونوں اکٹھی اس پہ جھپٹی۔ عجوبہ اپنے شرارے کی وجہ سے بروقت گردن تک نہ پہنچ سکی اور گردن رقیہ کے ہتھے چڑھ گئی۔ رقیہ نے جلدی سے اسے منہ میں رکھنا چاہا پر عجوبہ نے اسکے منہ کے پاس سے جھپٹ لی۔

"یہ میٹری گڑن ہے" عجوبہ نے رقیہ کو چیونٹی کاٹ کر سرگوشی کی۔

"اے اماں مرگئی" رقیہ کی حلق پھاڑ چینخ نکل۔

شیر و نے مڑ کر ان دونوں دوستوں کو دیکھا۔

اتنے میں ہی چمپو کی اماں بھی ہاتھ میں انگوٹھی کا ڈبہ اٹھالائی انکا خیال تھا کہ بغیر خرچہ کیے اپنے بیٹے کی رسم کر کے سستے میں چھوٹ جائیں۔

عجوبہ کی پھوپھی نے رقیہ کے چکنائی سے لتھڑے ہاتھوں میں ہی سونے کی انگوٹھی پہنائی اور اسکو سینے سے لگا کر چلتی بنی۔ رقیہ ہونقوں کی طرح انہیں دیکھتی رہی جو بجلی کی سی تیزی سے انگوٹھی اپنے سر سے اتار کر اسکی انگلی میں ڈال گئی۔ سب نے اپنے کیمروں سے ان دونوں کی تصویریں لیں۔ عجوبہ کے ہاتھ میں پکڑی گردن ہر تصویر کا لازمی جز بنی ہوئی تھی۔

جوتا چھپائی اور دودھ پلائی کی رسم میں شیر و نے دل کھول کے پیسے دیے پر دیر ہونے کے باعث لڑکیوں کو زیادہ ہلے گلے کا موقع نہیں ملا تھا۔

رخصتی کا وقت قریب آن پہنچا۔ گاؤں کے ہر فرد کی آنکھوں میں نمکین پانی موجود تھا آخر کو پورے گاؤں کی رونق تھی عجوبہ اسکے جانے سے سارا گاؤں سونا ہونے والا تھا۔ سب کی دعاؤں میں عجوبہ رخصت ہونے کو تیار کھڑی تھی۔

"میں نہ کہتی تھی اماں میٹری رخصتی پہ بہت رُوؤ گی تم۔ اب یہ مگر مجھ کے آنسو نہ بہاؤ" عجوبہ نے ابا کے گلے لگتے منہ بنا کر اماں کو مخاطب کیا۔

ابا بھی آبدیدہ کھڑے تھے۔

"ہائے میں نہ جانے دوں گی اپنی بچی کو۔ اتنی جلدی رخصت ہو رہی ہے تو عجوبہ۔ میرا دل نہیں مان رہا تجھے بھیجنے کو" اماں نے عجوبہ کو گلے لگا کر کس کے دبوچا۔

باراتی سب بس میں بیٹھ کر جانے کو تیار کھڑے تھے اور اماں تھی کہ سارا پیار آج ہی امڈ آیا تھا عجوبہ کو گلے لگا کر چھوڑنے کو تیار ہی نہ تھی۔

"اڑے چھوڑ ڈو اماں۔ بس چلی جائے گی میں یہیں رُہ جاؤں گی سب بیٹھ گئے ہیں" عجوبہ اپنے آپ کو اماں کی گرفت سے چھڑوانے کی سعی کرتی بولی پر اماں کی گرفت بھی چٹانوں کی سی مضبوط تھی۔

"اڑے اماں کیا ہو گیا ہے۔۔ تم نہ ہونے ڈو گی میٹری رخصتی۔ چھوڑ ڈو اماں جانے ڈو مجھے وہ ڈیکھو شیر و بھی جا کر بیٹھ گیا" آن کی آن میں بس دھول اڑاتی اسکی نظروں سے او جھل ہو گئی۔

اماں نے پانی سے بھری بالٹی چینیختی چلاتی عجوبہ کے منہ پہ ڈالی۔

"آئے ہائے اماں ساڑامیک اپ خراب کڑڈیا میٹر۔ چریل بنا ڈیا مجھے وہ شیر و بھی چھوڑ کڑبھاگ گیا مجھے" عجوبہ بچوں کی طرح پیر چلاتی مچلتے ہوئے بولی۔

"ارے منحوس اٹھ جا۔ کیا بولے جا رہی ہے کب سے نیند میں بڑبڑاتے جا رہی ہے پوری بالٹی ڈال دی پانی کی پر اس نشئی کی آنکھ نہیں کھلی" اماں نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے اٹھایا۔

"مجھے ساتھ لے کڑ جاشیر و" عجوبہ نے آنکھیں مسلتے نیند میں ہی دہائی دی۔

کرن پاس ہی کھڑی منہ میں انگلی دیے ہونقوں کی طرح کبھی عجوبہ کو تو کبھی اماں کو دیکھ رہی تھی ابھی اسے گاؤں آئے دو ہی دن ہوئے تھے کہ کیسے کیسے ڈرامے دیکھنے کو مل رہے تھے۔

"کون ہے یہ شیر و؟؟ جس کے خواب دیکھ رہی ہے ناس پیٹی۔ ارے ارے یہ شیر و تو وہی نالائق پانچویں پاس ہے ناں جسکی اماں بڑی تعریفیں کر کے رشتہ لائی تھی، منع کر دیا ہے تیرے ابا نے کہ پہلے ہماری بیٹی میٹرک کرے گی۔

بٹی خوابوں میں شادی کر رہی ہے ہونہہ۔ "اماں نے اسکی پوری آنکھیں کھلنے کا انتظار کیے بغیر ہی بے نقط سنائی۔

عجوبہ کو اپنے کان کے پاس کچھ ریگتا ہوا محسوس ہوا اس نے ہاتھ ڈال کر جوں نکال کر آنکھیں پھاڑ کر اسے غور سے دیکھا جیسے کوئی نئی مخلوق دیکھ لی ہو پھر اسے یاد آیا کہ سر تو اسکا خواب میں صاف ہوا تھا اس نے اپنی پیاری جوں کو سینے سے لگایا پھر ناخن پہ رکھ کر ٹک کر کے مارا اور اماں کے طعنوں کی پرواہ کیے بغیر دوبارہ منہ پہ تکیہ رکھ کر خواب خرگوش کے مزے لوٹنے لگی۔

"ختم شد"

☆☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔۔۔

۔۔۔۔۔ السلام علیکم احباب۔۔۔۔۔

"ناولز کی دنیا" کے ناولز میں خوش آمدید۔۔۔۔۔

ناولز کی دنیا "ویب سائٹ / گروپ / پیج" دے رہا ہے تمام لکھاریوں کو ایک ایسا پلیٹ فارم جہاں آپ اپنی خدا داد صلاحیتوں کو اپنے قلم سے تحریر کر کے اپنا اور اپنے ملک کا نام روشن کر سکتے ہیں۔۔۔ اگر آپ کو بھی اللہ کی طرف سے یہ صلاحیت دی گئی ہے تو اسے اجاگر ضرور کریں۔۔۔ ہمیں آپ جیسے ہی لکھاریوں کی تلاش اور ضرورت ہے۔۔۔

اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ جتنا جلدی ہو سکا آپکی تحریر پوسٹ ہو جائے گی۔۔۔

مزید تفصیلات یا کسی بھی طرح کی مدد کے لیے ہم سے گروپ یا پیج انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل پر ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔۔۔

Email address :- Novelskiduniya77@gmail.com

Facebook page :- [Novels ki duniya](https://www.facebook.com/Novels-ki-duniya)

(user name [@zoyatalib77](https://www.facebook.com/@zoyatalib77))

Facebook group :- [Novels ki duniya](https://www.facebook.com/Novels-ki-duniya)

Instagram Page: - [Zoya Talib](#) (UserName: [Novelskiduniya77](#))

(پر خیال رہے کہ یہ گروپ زویا طالب کا ہی ہو)

اور باقی کے رابطے کے لیے ہر پیج کے نیچے

["novels ki duniya "](#)

اور

["website"](#)

لکھا ہے ان دونوں کو وزٹ کرنے کے لیے لکھے ہوئے پر ہی کلک کریں اور اوپن کر لیں ---

شکریہ ----